ملفوظات

خواجہ معین الملۃ والدین حسن سجزی نور اللہ مرقدہٗ

دلیل العارفین

اردو ترجمہ

حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

ملفوظاتِ ملک المشائخ، سلطان المساکین، منہاج المتقین، قطب الاولیاء، شمس الفقراء

خواجہ معین الملۃ والدین حسن سجزی نور اللہ مرقدہٗ

متوفی سنہ ٦٢٧ھ

دلیل العارفین

جمع کردہ، حضرت مقتداء العارفین، مرشد المومنین، قطب الاقطاب والمسلمین

قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس اللہ سرہٗ العزیز

متوفی سنہ ٦٥٣ھ

○

اردو ترجمہ

حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی

○

ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز ○ داتا دربار ○ لاہور

نام کتاب	دلیل العارفین
مترجم	حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی
کمپوزنگ	الفاروق کمپیوٹرز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
تاریخ شاعت	اگست 1999ء
طابع	ایل جی پرنٹرز، لاہور
ہدیہ	-/33روپے

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون:۔ 7221953

9۔الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ فون:۔7225085-7247350

فیکس نمبر:۔042-7238010

فہرست مضامین

یک نظر

قیام پاکستان سے قبل مجھے متعدد بار خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آج بھی میری چشم تصور سے مزار پر انوار کا مقدس نقشہ اور شاہجہانی مسجد، صندلی مسجد اور اکبری مسجد کا نقشہ محو نہیں ہوا لہٰذا آج تسکین قلب کے لئے خواجہ اجمیری کے ملفوظات کو اردو میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔(مترجم)

انتساب

میں خاندان چشت اہل بہشت کا یہ انمول تحفہ
حضرت پیر صاحبزادہ سید عبد الحق گیلانی چشتی گولڑوی زید مجدہ وشرفہ
سے منسوب کرنے کا بجا طور پر شرف حاصل کرتا ہوں تاکہ
جامعہ عباسیہ بہاولپور میں ہم جماعت ہونے کا کچھ تو حق ادا ہو جائے۔

تیری رحمت سے الٰہی پائیں گے یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

18 مئی 1999ء

تذکرہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی حسن بن غیاث الدین اور لقب معین الدین ہے شجرہ نسب حضرت امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہما تک پہنچتا ہے۔

آپ 536ھ / 1143ء میں علاقہ سجستان (سیستان) میں پیدا ہوئے نشوونما خراسان میں ہوئی۔ بچپن میں ایک بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے طلب حق کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ وطن کو خیر باد کہہ کر تحصیل علم کے لئے سمرقند و بخارا کا سفر اختیار کیا تکمیل علوم ظاہری کے بعد حصول علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور بیس سال تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر باطنی استفادہ کرتے رہے خود فرماتے ہیں:۔

اس طرح دس سال تک حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مَیں سفر میں رہا اس کے بعد جب سفر سے واپس بغداد پہنچے تو حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ معتکف ہوگئے اس کے بعد پھر سفر پر روانہ ہوئے دوبارہ دس سال تک حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا بستر، کپڑے اور لوٹا سر پر رکھ کر چلتا رہا حتی کہ بیس سال پورے ہوگئے۔

اس سفر کے دوران اپنے مرشد کے ہمراہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے وہاں آپ کے مرشد نے آپ کی مقبولیت کے لئے دعا کی اور آپ کو بشارت دی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ مرشد سے رخصت ہو کر مختلف مقامات کے بزرگوں سے ملتے ہوئے وارد لاہور ہوئے اور شیخ ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ (م465ھ / 1072ء) کے مزار پر چند روز معتکف رہے۔ پھر لاہور سے براستہ ملتان دہلی اور دہلی سے اجمیر تشریف لے گئے۔ آپ کے ورود اجمیر کے وقت اجمیر میں پرتھوی راج 573ھ / 1177ء حکمران تھا۔ قاضی منہاج الدین عثمان جوزجانی کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ سلطان شہاب الدین غوری کے اس لشکر کے ہمراہ تھے جس نے والئ اجمیر رائے پتھورا (پرتھوی راج) کو شکست دی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ کے متوسلین میں سے ایک شخص کو رائے پتھورا (پرتھوی راج) نے کچھ تکلیف پہنچائی اس نے حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں التجا کی حضرت خواجہ نے پرتھوی راج کو اس بارے میں کہلا بھیجا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی اور کہنے لگا دیکھو یہ شخص یہاں آیا ہوا ہے اور ایسی ایسی باتیں کہتا ہے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے (محمد غوری) کو دے دیا۔ انہیں ایام میں سلطان معزالدین سام (محمد غوری) کا لشکر غزنی سے آیا اور پتھورا لشکر اسلام کے مقابلے کے لئے نکلا اور معزالدین سام (محمد غوری) کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اس کے بعد اس ملک میں اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ اور کفر و فساد کی جڑ کٹ گئی۔ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی اخلاقی و روحانی عظمت، یقین و اخلاص توکل علی اللہ اور سوز دروں کی بدولت بہت سے مشرکین ہند حلقہ اسلام میں داخل ہوئے ابوالفضل "آئین

اکبری‘‘میں لکھتا ہے۔

آپ اجمیر میں گوشہ نشیں ہوئے اور ہدایت کے بے شمار چراغ روشن کئے اور ان کے نفس قدسیہ کی برکت سے لوگوں کی بڑی بڑی جماعتوں اور قوموں نے مشرف بہ اسلام ہونے کا فائدہ حاصل کیا۔

حضرت سید محمد بن مبارک کرمانی رحمتہ اللہ علیہ صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں:
ملک ہندوستان اپنے آخری مشرقی کنارہ تک کفر و شرک کی بستی تھی اہل تمیرد (سرکش لوگ) انا رَبّکُمُ الاعلیٰ کی صدا لگا رہے تھے اور خدا کی خدائی میں دوسری ہستیوں کو شریک کرتے تھے اور اینٹ، پتھر، درخت، جانور، گائے اور گوبر کو سجدہ کرتے تھے کفر کی ظلمت سے ان کے دل تاریک اور مقفل تھے۔ سب لوگ دین و شریعت کے حکم سے غافل خدا اور رسول سے بے خبر تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ (جو کہ اہل یقین کے آفتاب ہیں) کے قدم مبارک کا اس ملک میں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نور اسلام سے مبدل ہو گئی۔ جو فضا شرک کی صداؤں سے معمور تھی اب وہ نعرہ اللہ اکبر سے گونجنے لگی اس ملک میں جس کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہو گا نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در اولاد اور نسل در نسل سب کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں ہو گا اور اس میں قیامت تک جو بھی اضافہ ہوتا رہے گا اور دائرہ اسلام وسیع ہوتا رہے گا اس کا ثواب قیامت تک شیخ الاسلام خواجہ معین الدین سنجری اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کی روح کو پہنچتا رہے گا۔

ایک ایسے وسیع و عریض ملک میں جہاں نہ تو کوئی اسلامی حکومت موجود تھی نہ ہی کوئی وسیع اسلامی برادری تھی بلکہ ہندو جیسی متعصب اور تنگ نظر قوم آباد تھی اور حکمران بھی تھی وہاں خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا عین مرکز حکومت میں قیام فرما ہو کر تبلیغ اسلام کرنا ان کی اولوالعزامی، بلندی ہمتی اور بلند نظری کو ظاہر کرتا ہے حضرت

خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے خلفاء کی کوششوں سے اس ملک میں اسلام کی وسیع اشاعت بلاشبہ بعد کی نسلوں پر احسان عظیم ہے۔

مولانا غلام علی بلگرامی نے صحیح لکھا ہے کہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگان سلسلہ چشت کا ملک ہندوستان پر حق قدیم ہے۔

بالآخر ایک عرصہ تک اشاعت اسلام کی پُر خلوص جدوجہد اور مریدین و خلفاء کی تربیت کرنے کے بعد یہ آفتاب ہدایت 97 سال کی عمر میں 627-633ھ / 1235ء میں غروب ہو گیا مزار مبارک اجمیر میں ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے تین فرزند اور بہت سے خلفاء چھوڑے ہیں جن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سر فہرست اور گل سر سبد ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات دلیل العارفین کے نام سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمتہ اللہ علیہ نے ہی مرتب کئے ہیں جن کا ترجمہ اردو میں پیش کرنے کی سعادت اس فقیر حقیر پر تقصیر حکیم مطیع الرحمٰن قریشی کو حاصل ہوئی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی

۱۸۔ مئی 1999ء

میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علوم ربّانی کا صحیفہ یعنی فقر کی بنیادوں والا اور خوشبودار مسوّدہ جو ملک المشائخ، سلطان المساکین منہاج المتقین، قطب الاولیا، شمس الفقراء ختم المہتدین معین الملت والدین حسن سنجری نوّر اللہ مرقدہ کے جاں پرور کلمات پر مشتمل ہے جس کا نام دلیل العارفین ہے اس کی مندرجات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ پہلی مجلس فقر و صواب کے بارے میں دوسری مجلس مکتوبات اور تسبیحات کے بارے میں تیسری مجلس اوراد و وظائف کے بارے میں چوتھی مجلس سلوک اور اس کے فوائد کے بارے میں اور باقی کی آٹھ مجلسیں مختلف فوائد پر مشتمل ہیں اور سب فوائد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی بیان کئے گئے ہیں۔ الحمدللہ علی ذلک مکمل فہرست کتاب کے شروع میں ملاحظہ کریں۔ (مترجم)

پہلی مجلس

ماہ رجب کی پانچ تاریخ 514ھ بروز پنجشنبہ (جمعرات) میں کمزور اور ضعیف درویش جس کا لقب قطب الدین بختیار اوشی ہے اور جو ملک المشائخ اور سلطان المساکین کا ایک ادنیٰ غلام ہوں جب ان کے آستانہ عالیہ بغداد کی مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں حاضر ہوا تو پہلی حاضری میں نعمت سے مشرف ہوا اور اُن کے دست مبارک سے کلاہ چہار ترکی کو میرے سر پر سجایا گیا۔ الحمد للہ علی ذلک اس دن حضرت شیخ شہاب الدین محمد سہروردی حضرت شیخ داؤد کرمانی اور حضرت شیخ برہان الدین محمد چشتی اور حضرت شیخ تاج الدین محمد اصفہانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اکٹھے بیٹھے تھے نماز کے بارے میں بات شروع ہوئی آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عزت میں نماز کے بغیر قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہی نماز ہی معراج المومنین ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ رکھنے والی نماز ہی تو ہے پھر فرمایا نماز ایک راز ہے جسے بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے اور راز کہنے کے لئے بندے کو ایسا قرب حاصل ہوتا ہے جو اس راز کے لائق ہوتا ہے اور اصل راز کی باتیں تو صرف نماز ہی میں کہی جاسکتی ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

اَلْمُصَلِّی یُنَاجِیْ رَبَّہٗ، یعنی نماز پڑھنے والا در اصل اپنے اللہ سے سرگوشی میں کوئی راز کی باتیں کرتا ہے۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا" جب میں شیخ الاسلام سلطان

المشائخ خواجہ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی دولت سے سرفراز ہوا تو آٹھ سال تک ان کی خدمت میں مصروف رہا۔ اور ایک لمحہ بھی آرام نہ کیا۔ میں نے نہ رات دیکھی نہ دن ہمیشہ ان کے ساتھ سفر میں رہا۔ ان کے کپڑے، بستر اور دیگر سامان سفر سر پر رکھ کر ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ جب انہوں نے مجھ درویش کی خدمت کو دیکھا تو مجھے وہ نعمت ابدی عطا فرمائی جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ انتہا۔

پھر فرمایا جس نے بھی کچھ حاصل کیا خدمت سے ہی حاصل کیا۔ لہٰذا مرید کے لئے ضروری ہے کہ پیر کے حکم سے ذرہ بھر تجاوز نہ کرے وہ جو نماز و تسبیح، اوراد و وظائف بتائے ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہو۔ اور پیر کے ہر حکم کی تعمیل کرے تاکہ ولایت میں مقام حاصل کرے۔ کیونکہ پیر اپنے مرید کے لئے "مشاطہ" (بنانے سنوارنے والی) کی حیثیت رکھتا ہے وہ جو بھی اپنے مرید کو کسی کام کی ترغیب دے گا وہ دراصل مرید کے حالات کو کمالیت کے درجہ تک پہنچانے کے لئے ہی ہوگا پھر فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی دس سال تک اپنے پیر کا سامانِ سفر اپنے سر پر اٹھایا اور ان کے ساتھ ہی حج کا سفر بھی کیا اور پھر ان کے ساتھ ہی حج سے واپس آئے۔ تب انہوں نے اپنے مرشد سے ایسی نعمت حاصل کی جس کی کوئی حد یا انتہا نہیں ہے اور جو کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔

پھر فرمایا امام خواجہ ابواللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے جو کہ فقہ کا امام ہے اپنی کتاب "تنبیہ" میں لکھا ہے کہ ہر روز آسمان سے دو فرشتے نیچے زمین پر آتے ہیں ایک کعبہ شریف کی چھت پر آکر بلند آواز سے کہتا ہے "اے لوگو اور جنو! سنو اور سمجھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرض نماز ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے باہر نکل آتا ہے (یعنی ایسے شخص کو شیطان کسی وقت بھی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے)

اسی طرح دوسرا فرشتہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کے گنبد پر کھڑے ہو کر

باآواز بلند کہتا ہے کہ اے لوگو! سمجھو اور سن لو کہ جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کی سنتیں ادا نہیں کرتا وہ حضور علیہ السلام کی شفاعت سے محروم رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ بغداد کی مسجد لگری میں بغداد کے اولیاء کے پاس بیٹھا تھا کہ وضو کے دوران انگلیوں میں خلال کرنے کا مسئلہ چل پڑا تو خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا انگلیوں کا خلال کرنا بھی سنت ہے حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انگلیوں کا خلال کرنے کی تاکید کی ہے اور کہا ہے کہ جو شخص وضو کے دوران انگلیوں کا خلال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی انگلیوں کو اس کی شفاعت کرنے سے محروم نہیں کرے گا۔

پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا شام کی نماز کا وقت قریب آگیا خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ تجدید وضو کے دوران انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے۔ ہاتف غیبی کی آواز ان کے کانوں میں آئی "کہ اے اجل! دعویٰ تو ہمارے محمد ﷺ کی دوستی کا کرتے ہو اور پھر اس کے امتی بھی بنتے ہو مگر اس کی سنت کے تارک بھی ہو۔" اس کے بعد خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے قسم کھائی کہ اس دن سے لے کر اپنی وفات تک میں نے رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت کو ترک نہیں کیا پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کو بہت متفکر اور پریشان دیکھا میں نے پوچھا جناب کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں اس دن سے جس دن کہ میں نے وضو کرتے وقت انگلیوں کا خلال نہیں کیا تھا حیرت میں ہوں کہ میں کل بروز قیامت خواجہ کائنات ﷺ کو اپنا منہ کیسے دکھاؤں گا؟

پھر فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ وضو میں ہر عضو کو تین بار دھونا سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر عضو کو تین بار دھونا میری بھی سنت ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی بھی سنت ہے

پھر فرمایا وضو میں اعضاء کو تین بار سے زیادہ دھونا ظلم ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے وضو کرتے وقت ہاتھوں کو صرف دو بار دھویا اور تیسری بار دھونا بھول گئے اور نماز پڑھ لی۔ اسی رات حضور رسالتمآب ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تعجب کی بات ہے کہ وضو کرنے میں تم سے ایک کمی واقع ہو گئی ہے خواجہ فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ ڈر کر خواب سے بیدار ہو گئے اور نئے سرے سے کفارے کے طور پر وضو کیا اور ایک سال تک روزانہ پانچ سو رکعت نفل اپنے آپ پر لازم کر لئے۔

پھر فرمایا کہ کتاب "شرح عارفاں" میں لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی طہارت (وضو) کے ساتھ سوتا ہے تو اس کی روح کو فرشتے عرش کے نیچے تک لے جاتے ہیں وہاں حکم ملتا ہے کہ اسے نیا لباس پہنایا جائے پھر اس کا روح سجدہ کرتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اسے اب واپس لے جاؤ یہ نیک بندہ ہے جو کہ وضو کی حالت میں سویا تھا۔

اور جو شخص بغیر وضو کے سو جاتا ہے اس کی روح کو پہلے آسمان سے واپس بھیج دیا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ یہ ابھی مزید اوپر لے جانے کے لائق نہیں ہے۔ چونکہ یہ بے وضو ہے اس لئے یہ عرش پر خدا کو سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ فقیہ لکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔

اَلْیَمِیْنُ لِلْوَجْہِ وَالْیَسَارُ لِلْمَقْعَدِ

یعنی دایاں ہاتھ کھانا کھانے کے لئے اور منہ دھونے کے لئے ہے اور بایاں ہاتھ استنجا کرنے کے لئے ہے۔

پھر روئے سخن اس طرف ہو گیا کہ جب لوگ مسجد میں آئیں تو سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھیں کیونکہ ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور جب مسجد سے باہر نکلیں تو پہلے بایاں قدم باہر رکھیں۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ

سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں آئے اور بھول کر پہلے بایاں پاؤں مسجد میں رکھا اور فوراً غیب سے آواز آئی اے ثور! کیا خدا کے گھر میں اس طرح بے ادب کی طرح داخل ہونا چاہئے جیسا کہ تم داخل ہوئے ہو؟ اس دن سے ان کا نام سفیان ثوری مشہور ہو گیا۔ یہ یادرہے کہ بیل کو عربی زبان میں ثور کہتے ہیں۔

پھر موضوع سخن عارفان خدا اور ان کے احوال کی طرف مڑ گیا۔ فرمایا "عارف اسے کہتے ہیں کہ اس پر ہر روز عالم غیب سے ہزاروں تجلیات نازل ہوں اور ایک لمحہ میں چند ہزار تجلیات اس میں پیدا ہوں۔"

پھر فرمایا عارف اس کو کہتے ہیں کہ تمام عالموں کو جانتا ہو اور جو عقل سے ہزاروں درہائے معانی بیان کرتا ہو اور محبت کے تمام اسرار کا جواب دے سکتا ہو اور جو ہر وقت معانی کے سمندر میں تیرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے اسرار و انوار کے موتی باہر نکالتا ہو۔ اور پھر ان موتیوں کو قدر شناس جوہریوں کے سامنے پیش کرتا ہو۔ اور جب قدر شناس جوہری ان موتیوں کو دیکھتے ہیں تو انہیں پسند کرتے ہیں جان لو! کہ حقیقی عارف یہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد اسی ضمن میں مزید فرمایا کہ عارف ہمیشہ عشق کے ولولہ میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تخلیق میں حیران رہتا ہے اگر وہ کھڑا ہے تو اس حالت میں بھی اپنے محبوب حقیقی کے خیال ہی میں ہوتا ہے اور اگر وہ بیٹھا ہے تو پھر بھی اپنے دوست کے ذکر میں ہوتا ہے اور اگر وہ سویا ہوا ہو تو پھر بھی اپنے دوست کے خیال میں متحیر ہوتا ہے اور اگر وہ بیداری کی حالت میں ہو تو پھر دوست کے حجابِ عظمت کے اردگرد طواف کرتا رہتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا صاحب عشق صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک جائے نماز پر ہی بیٹھے رہتے ہیں ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ان

کا سجدہ قبول ہو جائے۔ اور لمحہ بہ لمحہ ان پر تجلیات الٰہی کے انوار ضوء فگن رہیں۔

پھر فرمایا جب وہ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اپنے مصلیٰ پر بیٹھا رہتا ہے تو ایک فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے اور اس کے اٹھنے تک اس کی بخشش کے لئے دعا کرتا رہے۔ پھر اس بارے میں مزید فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عمدہ میں لکھا ہے اور یہ اسرار الٰہی کی طرف ایک اشارہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے شیطان کو غمگین دیکھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ آج تم اتنے غمگین کیوں ہو؟ تم تو بالکل غم سے پگھلے جا رہے ہو کیا بات ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ تیری امت کے چار کاموں کو دیکھ کر میری یہ حالت ہو جاتی ہے۔

ایک تو موذنوں کو دیکھ کر بہت پریشان ہو جاتا ہوں کہ جب وہ نماز کی اذان دیتے ہیں تو جو بھی اذان سنتا ہے وہ جواب میں موذن کے الفاظ دہرانے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس طرح کرنے سے اذان دینے والا اور اذان سننے والا دونوں بخشے جاتے ہیں۔

میرے غمناک ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جب غازی نعرۂ تکبیر کہتے ہیں اور ان کے گھوڑے اللہ کے حکم سے میدان جنگ میں آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ میں نے گھوڑوں کو اور غازیوں کو یعنی دونوں کو بخش دیا ہے۔

تیسرا سبب میرے غمگین ہونے کا درویشوں کا کسب حلال کرنا ہے کیونکہ جب یہ نیک لوگ اپنے کسب حلال سے کسی کو کچھ فی سبیل اللہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کسبِ حلال کی برکت سے ان سب کو بخش دیتا ہے (یعنی دینے والوں کو بھی اور لینے والوں کو بھی)

چوتھا سبب میرے پژمردہ ہونے کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک وہیں بیٹھا رہتا ہے اور اشراق کے نفل بھی پڑھتا ہے۔

شیطان نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ یا رسول اللہ! جب میں فرشتوں

میں ہوتا تھا تو میں نے پاس ہی رکھے ہوئے صحیفوں میں یہ لکھا ہوا دیکھا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے اور پھر طلوع آفتاب تک ذکر خدا میں مشغول رہتا ہے اس کے بعد اشراق کے نفل پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے ستر ہزار آدمیوں کے ساتھ بخش دیتا ہے اور انہیں دوزخ کی آگ سے نجات دے دیتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے فقہ اکبر میں امام المتقی ابو حنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک کفن چور چالیس سال تک کفن چرانے کا کاروبار کرتا رہا۔ جب وہ فوت ہوا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں ٹہل رہا ہے اسے یوں ٹہلتا ہوا دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو تو کفن چرانے کا کاروبار کرتا تھا تو نے کونسا نیک کام کیا ہے جو تجھے بہشت مل گئی ہے؟ اس نے جواب دیا میرا روزانہ کا معمول یہ تھا کہ جب میں صبح کی نماز پڑھ لیتا تو جائے نماز پر ہی بیٹھا رہتا اور جب آفتاب طلوع ہوتا تو میں اشراق کی نماز پڑھتا۔ اس کے بعد کفن چرانے کے کاروبار میں مشغول ہو جاتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تھوڑی سی نیکی کو بھی قبول فرما لیتا ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے اس لئے میری اسی عادت کی وجہ سے اللہ پاک نے مجھے بخش دیا اور میرے گناہوں پر قلم عفو پھیر دیا۔ اور بہشتیوں کا درجہ مجھے عطا فرمایا۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ عارف پر ایک خاص حالت طاری ہوتی ہے اور وہ اس خاص حالت میں از سر تا پا ہمہ تن محو ہو جاتا ہے اگر اس وقت اسے مختلف انواع کے ہزاروں جہان پیش کئے جائیں تو وہ کسی بھی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ اپنی خصوصی حالت میں ہی مستغرق اور مست رہتا ہے۔

عارفوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ عارف ہر وقت مسکراتا رہتا ہے اور جب عارف مسکراتا ہے تو اس وقت اسے عالم ملکوت میں مقربین خدا کی زندگی نظر آ رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس وقت اس پر جو کچھ منکشف ہو رہا ہوتا ہے اسے دیکھ کر وہ مسکرا دیتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عارفوں پر ایک ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ وہ اس حال کے دوران اگر ایک قدم آگے بڑھائیں تو وہ عرش سے حجاب عظمت تک جا پہنچتے ہیں اور پھر وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں پھر دوسرے قدم پر وہ واپس اپنے سابقہ مقام پر آجاتے ہیں اس کے بعد خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انہوں نے فرمایا کہ عارف کا یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ مگر کاملین کا جو اعلیٰ درجہ ہوتا ہے اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان کا درجہ کمال کہاں تک ہے اور وہ کہاں تک پہنچتے ہیں؟ اور کب واپس آتے ہیں؟ یہ راز اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ اس کی حقیقت آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکی کہ عارفانِ کامل اس مقام خاص میں کب جاتے ہیں اور کب واپس ہوتے ہیں۔ **الحمد لله على ذلك**



دوسری مجلس

جمعرات کے روز نیاز مند کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ جُنب کے بارے میں بات چیت شروع ہوئی مولانا بہاوالدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شہاب الدین محمد بغدادی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جنابت کی حالت میں آدمی کے جسم کے بال بال کی جڑ میں نجاست آجاتی ہے لہٰذا آدمی کو اپنے ہر بال کی جڑ میں پانی پہنچانا چاہیے اور اپنے بالوں کو پانی سے تر کرنا چاہیے۔ اگر ایک بال کی جڑ بھی خشک رہ جائے اور وہاں پانی نہ پہنچے تو قیامت کے دن اس کا جسم ہی آدمی کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے فتاوئ ظہیریہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ آدمی کا منہ پاک ہے اگر کوئی آدمی جنبی حالت میں پانی پی لے تو وہ پانی پلید نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص بے وضو ہو یا جنبی حالت میں ہو یا کسی عورت کو حیض آرہا ہو حتی کہ خواہ کوئی مومن ہو یا کافر ہو، اس کا منہ پاک ہے اس کے بعد اس ضمن میں مزید فرمایا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی شخص جنبی ہو اور موسم سخت گرمی کا ہو اور اسے پسینہ آئے تو کیا اس کا لباس جو پسینہ سے گیلا ہو جائے پلید ہو جائے گا یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گیلا ہونے سے لباس پلید نہیں ہوگا حتی کہ اس کی تھوک بھی پاک ہے اگر وہ بھی کپڑے پر لگے تو کپڑا پلید نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے سنا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکال کر دنیا میں بھیجا گیا اور وہ حضرت حوا علیہا السلام سے ہم بستر ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے آدم اٹھو اور غسل کرو۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے غسل کیا اور انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوئی اور کہا اے بھائی جبرائیل علیہ السلام یہ تو بہت اچھا عمل ہے یعنی تو نے جو مجھے غسل کرنے کا مشورہ دیا ہے یہ میرے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے آدم علیہ السلام! تیرے جسم کے ہر ہر بال کے عوض تجھے ایک ایک سال کی عبادت کرنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور جو پانی تیرے جسم پر لگا ہے اس کے ہر ایک قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت کے دن تک عبادت کرتا رہتا ہے اور اس کا ثواب تجھے ملتا رہے گا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی جبرائیل علیہ السلام! یہ ثواب صرف مجھے ملے گا یا میری اولاد کو بھی ملے گا۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا اے آدم علیہ السلام! تیری اولاد میں سے جو مومن ہوں گے جب وہ حلال صحبت کی وجہ سے غسل کریں گے تو ان کے جسم کے ہر بال کے عوض بھی ایک سال کی عبادت کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور پانی کا جو بھی قطرہ ان کے جسم پر لگنے کے بعد زمین پر گرے گا اللہ تعالیٰ اسؓ سے ایک فرشتہ پیدا کرے گا جو روز قیامت تک تسبیح اور تہلیل یعنی سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کرتا رہے گا اور اس کا ثواب اسی مومن مرد کو ملے گا۔ اس کے بعد خواجہ رحمتہ اللہ علیہ صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا یہ ثواب صرف اسے حاصل ہو گا جو حلال صحبت کے بعد غسل کرے گا۔ مگر جو شخص حرام اور زنا کے بعد غسل کرے گا تو اس کے جسم کے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک سال کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ اور پانی کا جو بھی قطرہ زمین پر

گرے گا اس سے ایک شیطان کا بچہ پیدا ہو گا اور قیامت کے دن تک اس اس شیطان کے بچے کا ہر گناہ اس آدمی کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا پھر فرمایا اس راہ پر چلنے والوں کے لئے پہلی منزل شریعت کی ہے جب آدمی شریعت کا پابند ہو جاتا ہے تو وہ شریعت کے ہر حکم کو بجالاتا ہے اور شریعت کے حکم سے ذرہ بھر انحراف اور تجاوز نہیں کرتا۔ پھر وہ یہاں سے دوسرے درجے میں پہنچ جاتا ہے جسے طریقت کہتے ہیں جب وہ اس درجہ میں ثابت قدم ہو جاتا ہے اور طریقت کی شرائط اور راہ سلوک پر چلنے والوں کے طریقے سے ذرہ بھر انحراف نہیں کرتا تو پھر وہ معرفت کے مرتبہ میں پہنچ جاتا ہے جونہی وہ معرفت کے مرتبہ میں پہنچتا ہے تو اس کے دل میں معرفت کا ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اس مرتبہ معرفت میں ثابت قدم ہو جاتا ہے تو پھر وہاں سے چوتھے مرتبہ میں پہنچ جاتا ہے جسے حقیقت کہتے ہیں اور جب آدمی اسے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھی طلب کرتا ہے اس حاصل کر لیتا ہے۔ گویا وہ من کان للہ کان اللہ له کا مصداق بن جاتا ہے۔ (یعنی جو اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے)۔ (مترجم)

پھر فرمایا میں نے ایک بزرگ سے سنا تھا کہ عارف وہ شخص ہے جو دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو کر فردانیت کا مقام حاصل کر لے۔ کیونکہ فردانیت کا مقام تو صرف اس آدمی کو حاصل ہوتا ہے جو ماسوی اللہ سے بیگانہ ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ نماز تو پروردگار عالم کی طرف سے تمام بندوں پر ایک امانت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس امانت کی حفاظت کرنا تمام بندوں پر واجب ہے اور اسے اس طرح ادا کریں کہ کہیں بھی خیانت کا شائبہ نہ پایا جائے۔ پھر فرمایا کہ جب انسان نماز کو شروع کرے تو اسے چاہئے کہ وہ رکوع و سجود اس طرح صحیح طریقہ سے کرے جیسا کہ رکوع سجود کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح نماز کے دیگر تمام ارکان کو بھی صحیح طریقے سے ادا کرے۔ پھر فرمایا میں نے کتاب صلوٰۃ

مسعودی میں دیکھا ہے کہ جب لوگ اس طریقے سے نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ نماز ادا کرنے کا حق ہے اور رکوع و سجود اور قرأت و تسبیح سے بھی کماحقہ طریقے سے عہدہ برآ ہوتے ہیں تو فرشتے ان کی نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں پھر ان کی نماز سے ایک نعرہ بلند ہوتا ہے جس سے آسمان کے سارے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اس نماز کو عرش کے نیچے لایا جاتا ہے باری تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ سجدہ کرو اور نمازی کے لئے مجھ سے مغفرت طلب کرو کیونکہ اس نے تیرا حق ادا کیا ہے۔

پھر خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور فرمایا نماز ادا کرنے والوں کا حق ہے کہ وہ نماز ادا کرنے کا حق ادا کریں یعنی اسے کماحقہ طریقے سے ادا کریں اور جو شخص نماز کا حق ادا نہیں کرتا تو فرشتے اس کی نماز کو آسمان پر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے بارگاہ ایزدی سے حکم آتا ہے کہ اس نماز کو واپس لے جاؤ۔ اور اسے نمازی کے منہ پر مارو۔ اس وقت یہ نماز اپنی زبان حال سے کہے گی کہ تو نے مجھے ضائع کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا میں ایک دفعہ بخارا کے بازار دستار بندوں میں گیا میں نے وہاں لوگوں سے یہ بات سنی کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا مگر رکوع و سجود صحیح طریقے سے نہیں ادا کر رہا تھا۔ آنحضور ﷺ وہاں ٹھہر گئے جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور اس شخص سے فرمایا کہ تو نے صحیح طریقے سے نماز ادا نہیں کی اگر تو اس حالت میں مر گیا تو میری سنت پر عمل کرتے ہوئے تیری موت واقع نہیں ہو گی۔ پھر فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے سنا ہے کہ کل قیامت کے دن جو مسلمان نماز کے فریضہ سے عہدہ برآ ہوں گے وہی نجات یافتہ ہوں گے۔ اور جو نماز کی ادائیگی کے سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے وہ دوزخ کے شعلہ میں جلائے جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ کسی شہر میں گیا اس شہر کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ لیکن اتنا یاد ہے کہ وہ شہر ملک شام کے نزدیک تھا اس شہر کے باہر ایک بہت بڑی غار تھی اور اس غار میں ایک درویش رہتا تھا جسے شیخ اوحد محمد الواحد عزیزی کہتے تھے۔ وہ بیچارہ اتنا ضعیف اور کمزور تھا کہ اس کے جسم پر صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں باقی تھیں۔ وہ مصلیٰ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے دروازہ پر ایک شیر کھڑا ہوا تھا میں شیر کے ڈر سے اس بزرگ کے پاس جانے سے ہچکچایا جونہی اس بزرگ کی نظر مجھ پر پڑی اس نے مجھے بلایا اور کہا آؤ۔ مت ڈرو چنانچہ میں اس درویش کے پاس آ گیا اور اس کی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ پہلی بات جو اس نے مجھ سے کی وہ یہ تھی کہ جب تک تم اس شیر کو کچھ نہیں کہو گے یہ بھی تجھے کچھ نہیں کہے گا تمہیں اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب کسی کے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے اس سے ہر چیز خوف کھاتی ہے۔ شیر کی کیا مجال کہ اس سے خوف نہ کھائے۔ الغرض اس بزرگ نے اس ضمن میں بہت سی کار آمد باتیں کیں پھر اس نے مجھ سے پوچھا اے درویش! تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے اسے کہا کہ میں بغداد سے آیا ہوں اس نے کہا مرحبا، خوش آمدید۔ درویشوں کی خدمت کرتے رہو تا کہ بزرگ بن جاؤ۔ سنو! چند سال کا عرصہ ہوا ہے کہ میں اس غار میں رہتا ہوں اور تمام مخلوق سے کنارہ کش ہوں۔ میں تیس سالوں سے صرف ایک غم کی وجہ سے رو رہا ہوں اور رات دن میری گریہ وزاری میں گزرتی ہے میں نے کہا کون سے غم کی وجہ سے؟ اس نے کہا نماز کے غم سے۔ وہ اس لئے کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو اپنے آپ کی طرف دیکھتا ہوں اور روتا ہوں کہ اگر نماز کی شرائط میں سے کوئی فروگذاشت مجھ سے ہو گئی تو میری تمام نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور میری تمام عبادت کو میرے منہ پر مار دیا جائے گا۔ پس اے درویش اگر تو نے نماز کا حق ادا کر دیا تو سمجھ لو تم نے خاص کام کر لیا ورنہ سمجھ لینا کہ اپنی عمر کو غفلت میں ضائع کر بیٹھے ہو اور سب کچھ

ہاتھوں سے دے بیٹھے ہو۔ پھر اس بزرگ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے نزدیک نماز نہ پڑھنے سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور قیامت کے دن بے نماز آدمی خدا کا بہت بڑا دشمن متصور ہو گا۔ پھر دوزخ کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں پھر اس نے کہا کہ جو شخص نماز کو اپنی شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتا وہ نماز کا حق ادا نہیں کرتا۔ گویا وہ بے وقت نماز ادا کرتا ہے اس کے بعد اس بزرگوار نے فرمایا کہ میری ہڈیاں اور میرے جسم کی کھال کو دیکھو میری کمزوری کا اصل سبب یہ ہے کہ مجھے ہر وقت یہ فکر اور غم لگا رہتا ہے کہ کیا میں نماز کا حق ادا کرتا ہوں یا نہیں؟ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

اس کے بعد اس بزرگ کے قریب ایک سیب پڑا تھا اس نے وہ سیب مجھے دے دیا۔ اور فرمایا کہ نماز کی ذمہ داری بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر تم اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گئے تو نجات پا جاؤ گے ورنہ ایسی ندامت ہو گی کہ کل قیامت کو اپنا منہ کسی کو نہیں دکھا سکو گے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور فرمایا اے درویش نماز دین کا ستون ہے اور ستون پر ہی مکان کا دارومدار ہوتا ہے اگر ستون سلامت ہے تو گھر بھی سلامت ہے۔ اور اگر مکان کا ستون ہی گر گیا تو پھر گھر بھی بیکار ہے۔

چونکہ اسلام اور دین کے لئے نماز ایک ستون کی مانند ہے اس لئے نماز میں خواہ وہ فرض نماز ہو یا سنت اگر رکوع و سجود میں خرابی واقع ہو جائے تو گویا اسلام اور دین کی بنیاد ہی خراب ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت امام زاہد رحمتہ اللہ علیہ نے صلوٰۃ مسعودی کی شرح "واسعہ" میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت کی اتنی تاکید نہیں کی جتنی نماز کی فرمائی ہے پھر اس کے حسب حال یہ بیان فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ نے

روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ بہ جگہ نماز کے بارے میں نصیحت فرمائی ہے بعض مواقع پر خطاب کی صورت میں کہیں مدح کی صورت میں، کہیں ترغیب اور کہیں ترہیب کے انداز میں اپنے بندوں کو سات سو بار نماز کی تاکید فرمائی ہے لہٰذا نماز کی پابندی کرنی چاہئے کیونکہ دین کا ستون نماز ہے۔ پھر فرمایا تفسیر معروف میں ہے کہ قیامت کے دن پچاس مقامات پر پوچھ گچھ ہوگی اور پچاس چیزوں کے متعلق لوگوں سے بازپرس ہوگی پہلے مقام پر اگر کوئی شخص ایمان اور اس کی صفتوں کے بتانے میں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں صحیح جوابات دینے سے عہدہ برآ ہو گیا تو فبہا ورنہ اسے دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد اسے دوسرے مقام پر کھڑا کر کے اس سے نماز اور دوسرے فرائض کے بارے میں سوال کیا جائے گا اگر وہاں سے بھی کامیاب ہو گیا تو فبہا ورنہ اسے دوزخ کے موکلین کے ساتھ دوزخ میں بھیج دیا جائے گا پھر تیسری جگہ پر اسے کھڑا کر کے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی ادائیگی کے بارے میں سوال کیا جائے گا اگر وہ سنتوں کی ادائیگی میں پاس ہو گیا تو فبہا ورنہ اسے موکلین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا جائے گا کہ یہ شخص آپ کا امّتی ہے مگر اس نے آپ کی سنتیں ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ یہ فوائد بیان کرنے کے بعد خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اشکبار ہو گئے اور فرمایا افسوس ہے اس شخص پر جسے کل بروز قیامت رسول اللہ ﷺ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ایسے شخص کو کہاں ٹھکانہ ملے گا؟ جب وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہونے سے شرمندگی محسوس کرے گا تو پھر ایسے شخص کا کہاں ٹھکانا ہوگا؟ اور وہ کس کے پاس جائے گا؟ جب خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان فوائد کو بیان کیا تو تمام عقیدت مند اٹھ کر آگئے الحمد للہ۔ علی ذلک۔

تیسری مجلس

بروز چہار شنبہ (بدھ) کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔

چھ درویش سمر قند کی طرف سے آپ کے پاس آئے ہوئے تھے جو کہ آپ کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں حضرت مولانا بہاؤ الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ (جو خواجہ علیہ الرحمتہ کا ملازم خاص تھا) بھی آگیا اور آکر بیٹھ گیا اس کے بعد حضرت اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ بھی آگئے اور آداب بجالا کر بیٹھ گئے۔ موضوع سخن یہ تھا کہ اگر کوئی شخص فریضہ نماز میں اس قدر تاخیر کرے کہ نماز کا وقت گزر جائے اور پھر اسے اپنی نماز قضا کرنی پڑے تو اسی اثناء میں آپ نے فرمایا کہ وہ مسلمان بہت خوش قسمت ہیں جو اپنے وقت پر نماز ادا کرتے ہیں اور اس قدر تاخیر نہیں کرتے کہ نماز کا وقت ہی گزر جائے۔ ایسے مسلمانوں کی مسلمانی پر ہزاروں لاکھوں بار افسوس ہے جو اپنے اللہ کی عبادت کرنے میں سُستی کرتے ہیں۔ (پنجابی زبان میں اس موقع پر کہا جاتا ہے)۔ "ویلے دیاں نمازاں تے کویلے دیاں ٹکراں" (مترجم)

پھر اس موقع پر فرمایا کہ میں ایک ایسے شہر میں رہا ہوں۔ جہاں مسلمانوں کی رسم یہ تھی کہ وہ وقت سے پہلے نماز کے لئے تیار ہوتے تھے اور منتظر بن کر کھڑے رہتے تھے میں نے ان سے سوال کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ لوگ وقت سے پہلے نماز کے لئے تیار ہو بیٹھتے ہو؟ انہوں نے کہا وجہ یہ ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو ہم فوراً نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگر ہم وقت سے پہلے تیاری نہ کریں تو ممکن

ہے نماز کا وقت گزر جائے اور پھر ہم کل روز قیامت رسول اللہ ﷺ کو اپنا منہ کیسے دکھائیں گے ؟ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے اور یوں فرمایا ہے۔

عَجِلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَعَجِلُوْا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ

یعنی موت آنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو اور نماز کو فوت ہونے سے پہلے ادا کرلو۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے امام یحیٰی حسن زندوسی کے روضہ میں کتاب "واسعہ" میں یوں لکھا ہوا دیکھا ہے اور میں مولانا حسام محمد بخاری کے پاس (جو میرے استاد تھے) بھی رہا ہوں۔ ان سے بھی یہ حدیث میں نے سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اَلْجَمْعِ بَیْنَ الصَّلٰوةِ

یعنی سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ نماز فریضہ میں اتنی تاخیر کی جائے کہ نماز کا وقت بھی گزر جائے اور پھر کوئی شخص دونوں نمازیں (فوت شدہ اور اگلی) بہ یک وقت ادا کرتا پھرے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ میں نے ان سے سنا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عصر کی نماز اس وقت تک تاخیر سے ادا کرو کہ سورج اچھی طرح نیچے چلا جائے اور اس کی رنگت تمازت وحدت خاصی کم ہو جائے البتہ سورج کے رنگ کے متغیر ہونے سے پہلے پہلے یعنی سورج پر زردی آنے سے پہلے پہلے ادا کرلو۔ اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا وقت مقرر فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا عصر کا غیر مکروہ وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج کا رنگ تبدیل نہ ہوا ہو یعنی اس کے رنگ میں زردی نہ آئی ہو۔ الغرض

سردی اور گرمی دونوں موسموں میں اس حکمت کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے فقہ کی کتاب "ہدایہ" میں یہ حدیث شیخ الاسلام حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی ہوئی دیکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اِسْفَرْ بِالْفَجْرِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ" یعنی صبح کی نماز صبح کے روشن ہونے پر پڑھو۔ تاکہ تم زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کر سکو۔ اور ظہر کی نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ موسم گرما میں اتنی تاخیر سے پڑھو کہ ہوا کچھ ٹھنڈی ہو جائے۔ اور موسم سرما میں اس وقت ظہر پڑھو جب کہ سایہ مشرق کی طرف پھر جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَبْرِدُوْا بِالظُّھْرِ فَاِنَّ شِدَّۃِ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمْ

یعنی موسم گرما میں ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ حرارت کی تیزی دوزخ کے جوش کی وجہ سے ہی ہے۔

پھر فرمایا ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کی صبح کی نماز قضا ہو گئی وہ اتنا زار و قطار روئے کہ غیب سے آواز آئی "اے بایزید رحمتہ اللہ علیہ! صبح کی نماز کے فوت ہو جانے پر تم اتنا روئے ہو کہ ہزار نمازوں کا ثواب تیرے نامہ اعمال میں لکھا گیا ہے۔ پھر فرمایا میں نے محبوب قریشی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر میں دیکھا ہے کہ جو شخص پنجگانہ نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے کل قیامت کے روز اس کی نمازوں کا نور بہشت میں جانے تک اس کے آگے آگے ہو گا اور اس طرح اس کی رہنمائی کرے گا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: اَلْاِیْمَانُ لِمَنِ الصَّلٰوۃُ لَہٗ یعنی ایمان تو اسی شخص کا ہی معیاری ہوتا ہے جو نماز کا پابند ہو۔ پھر فرمایا میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ امام زاہد کی تفسیر میں یوں

مذکور ہے۔

"فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ"

یعنی نماز کی ادائیگی کو بھول جانے والوں کے لئے دوزخ کا خصوصی حصہ ویل ہے اور ویل دوزخ کا ایک خاص گڑھا ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ویل دوزخ کی ایک وادی ہے اور اس وادی میں سب سے زیادہ سخت قسم کا عذاب ہوگا اور یہاں ان لوگوں کو عذاب دیا جائے گا جو نماز اپنے وقت پر نہیں پڑھتے۔

پھر آپ نے "ویل" کی مزید تفسیر بیان فرمائی کہ "ویل" نے ستر ہزار بار رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ یارب! میرا اتنا سخت عذاب کس قسم کے لوگوں کے لئے ہوگا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جواب ملا کہ یہاں ان لوگوں کو عذاب دیا جائے گا جو اپنے وقت پر نماز ادا نہیں کرتے اور اتنی تاخیر کرتے ہیں کہ نماز قضا ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی نماز ادا کی پھر آسمان کی طرف دیکھا، آسمان پر اس وقت ستارے نمودار ہو چکے تھے۔ چنانچہ فوراً گھر گئے اور کفارے کے طور پر ایک غلام کو آزاد کیا۔ اسی لئے حکم ہے کہ جونہی آفتاب غروب ہو جائے فوراً بلا تاخیر مغرب کی نماز پڑھ لینی چاہئے۔ سنت طریقہ یہی ہے اس کے بعد صدقہ کے بارے میں بات چیت شروع کی اور فرمایا جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے درمیان اور دوزخ کے درمیان سات ایسے پردے ڈال دے گا جن میں سے ہر ایک کی چوڑائی پانچ سو سال کے راستہ کے برابر ہوگی۔ پھر جھوٹ بولنے کے بارے میں بات چیت شروع ہوئی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اپنے گھربار کو ویران کرتا ہے اس کے گھر سے خیر و برکت اٹھ جاتی ہے پھر اس موقعہ پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ

بغداد کی جامع مسجد میں ایک واعظ تھا جسے حضرت مولانا عماد الدین رحمتہ اللہ علیہ بخاری کہتے تھے وہ بڑا صالح آدمی تھا اور پند و نصیحت کرتا تھا یہ حکایت میں نے اس سے سنی ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوزخ کی کیفیت اور صفت بیان کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام میں نے دوزخ میں "ہاویہ" نام کی ایک وادی پیدا کی اور وہ ساتویں درجہ کی دوزخ ہے اور دوزخ کے تمام حصوں سے یہ "ہاویہ" سب سے زیادہ ہولناک تر اور تاریک تر اور تیز تر ہے۔ یہاں کا عذاب بھی سخت تر ہے۔ یہاں سانپ اور بچھو بھی بہت زیادہ ہیں اور آتشیں پتھر بھی اس حصہ میں ہیں ان پتھروں کو دوزخ کی آگ میں روزانہ بھڑکایا جاتا ہے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر اس دوزخ کے مصائب کا ایک ذرہ یا قطرہ بھی دنیا پر پھینکا جائے تو دنیا کے تمام پانی خشک ہو جائیں گے اور اس کی سختی سے تمام پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ٹوٹ پھوٹ جائیں گے اور اس کی گرمی سے سات زمینوں میں شگاف پڑ جائیں گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! یہ سخت عذاب دو قسم کے لوگوں کے لئے ہوگا ایک تو ان لوگوں کے لئے جو نماز اپنے وقت پر ادا نہیں کریں گے اور دوسرے ان لوگوں کے لئے جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھائیں گے۔ پھر اس موقع پر فرمایا کہ ایک بزرگ تھا جسے خواجہ محمد اسلم طوسی کہتے تھے ایک دفعہ انہوں نے کسی آدمی کی خدمت کے لئے سچی قسم اٹھائی اس وقت وہ حالت سکر (مدہوشی) میں تھے جب وہ صحو (ہوش) میں آئے تو لوگوں سے پوچھا کہ میں نے آج کوئی قسم کھائی تھی؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے قسم کھائی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ آج میرا نفس اندھا ہو گیا تھا جس کی بنا پر اس نے سچی قسم کھائی ہے۔ ممکن ہے یہ میرا نفس کل پھر اسی طرح کی قسم کھائے کیونکہ اسے قسم کھانے کی عادت جو ہو گئی ہے۔ لہٰذا میں اب قسم کھاتا ہوں کہ زندگی بھر نہیں بولوں گا۔ چنانچہ خواجہ رحمتہ اللہ علیہ

مذکور اس قسم کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے مگر کسی مخلوق خدا کے ساتھ انہوں نے کبھی کوئی بات نہ کی الغرض یہ ایک سچی قسم کا کفارہ تھا جو انہوں نے کھائی تھی۔اس کے بعد میں (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ) نے کہا کہ اگر اسے کہیں بولنے کی ضرورت پڑ جاتی تھی تو پھر وہ کیا کرتا تھا؟ اس پر خواجہ صاحب (معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ وہ اشارہ کر دیتے تھے اور تمام ضروری کام اشارہ سے ہی کہتے تھے۔ان فوائد کے بیان ہونے کے بعد میں اور دوسرے احباب آگئے اور خواجہ رحمتہ اللہ علیہ مشغول بہ حق ہو گئے۔الحمد للہ علی ذلک

چوتھی مجلس

بروز دو شنبہ (منگل) مجھے حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اس دن حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بات یہ شروع ہوئی کہ محبت میں سچا کون ہوتا ہے فرمایا محبت میں سچا وہ ہوتا ہے کہ جب اسے دوست کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اس تکلیف کو رضا و رغبت سے قبول کرے۔ اس کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محبت میں سچا وہ ہوتا ہے جو عالم شوق اور اشتیاق میں اس قدر آگے بڑھا ہوا ہو کہ اگر اس کے سر پر ہزاروں تلواریں بھی چل جائیں تو پھر بھی اسے کوئی خبر نہ ہو۔ اس کے بعد خواجہ اجل شیرازی نے فرمایا کہ اللہ کی دوستی میں سچا وہ ہوتا ہے کہ اگر اسے ذرہ ذرہ کر کے اور پھر اسے آگ میں ڈال کر پھونک دیا جائے اور راکھ کر دیا جائے تو پھر بھی وہ اف نہ کرے۔ تب وہ محبت میں سچا ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کی دوستی میں سچا وہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اسے چوٹ لگتی رہے مگر پھر بھی وہ اپنے دوست کے مشاہدہ کو نہ بھولے اور چوٹ لگنے کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کرے اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتی ادام اللہ تقواہ نے فرمایا کہ یہ بات حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کی بات کے زیادہ قریب ہے۔ پھر فرمایا میں نے آثار الاولیاء میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا حضرت خواجہ حسن

بصری رحمتہ اللہ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ بصرہ میں چاروں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے محبت کی سچائی میں بات چل پڑی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے بیان کی۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ کی دوستی میں سچاوہ ہوتا ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اس پر صبر کرے اس پر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے کہا آپ کی بات سے غرور کی بو آتی ہے۔ پھر حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کی دوستی میں سچاوہ شخص ہے کہ اسے جو بھی تکلیف اور مصیبت اپنے دوست سے پہنچے وہ اس میں اللہ کی رضا طلب کرے اور اس پر راضی ہو۔ رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اللہ کی دوستی اس سے بھی بہتر ہونی چاہئے اس پر حضرت خواجہ شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کی دوستی میں سچاوہ شخص ہوتا ہے کہ اگر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو وہ اُف نہ کرے اس پر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے فرمایا کہ جب اسے کوئی تکلیف یا غم پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کو نہ بھولے پھر خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے دل کو بھی سکون حاصل ہے شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محبت کی سچائی میں آخری بات یہی ہے۔ اس کے بعد ہنسی اور قہقہہ کے بارے میں بات چل پڑی۔ آپ نے فرمایا کہ دراصل قہقہہ لگا کر ہنسنا اہل سلوک کے درمیان ایک گناہ کبیرہ ہے پھر فرمایا کہ اگرچہ قہقہہ لگا کر ہنسنا ایک طرح کا لہو و لعب ہے۔ مگر قبرستان میں ہنسنا قطعی منع ہے۔ کیونکہ قبرستان عبرت کی جگہ ہے لہو و لعب کا مقام نہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص قبرستان سے گزرتا ہے تو اہل قبور اسے کہتے ہیں اے غافل! اگر تجھے علم ہوتا کہ کونسا مرحلہ تجھے درپیش ہے تو خوف کے مارے تیرے جسم سے گوشت اور پوست دونوں گر پڑتے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سفر کے

دوران کرمان میں ملا۔ وہ بہت ہی بوڑھا تھا اور صاحب نعمت اور مشغول بہ حق بزرگ تھا وہ اس قدر مشغول بہ حق تھا کہ میں نے ایسا کوئی اور مشغول بہ حق بزرگ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ الغرض جب میری اس سے پہلی ملاقات ہوئی تو میں نے اسے سلام کہا میں نے دیکھا کہ اس میں صرف ایک روح باقی ہے اس کے علاوہ اس کے جسم پر گویا گوشت پوست نہیں تھا کیونکہ وہ بہت ہی کمزور تھا وہ بہت کم باتیں کرتا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس بزرگ سے یہ پوچھوں کہ تم جو اس قدر ضعیف اور کمزور ہو چکے ہو سلوک کے کون سے مقام پر فائز ہو؟ چونکہ وہ بزرگ روشن ضمیر تھا اس نے فوراً میرے اس سوال کو بذریعہ کشف معلوم کر لیا اور میرے سوال کرنے سے پہلے مجھے کہا کہ اے درویش! ایک دن میں اپنے کسی دوست کے ساتھ قبرستان کے پاس سے گزرا پھر میں ایک قبر کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا میرے دوست نے کوئی ایسی مزاحیہ بات کہی کہ میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اس پر اس قبر سے آواز آئی اے غافل! جس شخص کو ایسی منزل درپیش ہو اور اسے ایک دن ملک الموت سے واسطہ بھی پڑنا ہو اور قبر میں حشرات الارض اور سانپ بھی ہوں تو پھر اس آدمی کو ہنسی سے کیا کام؟ جونہی میں نے قبر سے یہ آواز سنی فوراً میں وہاں سے اٹھا اپنے دوست سے رخصت ہونے کے لئے ہاتھ سے ہاتھ ملایا اور اسے الوداع کہا وہ اپنے گھر چلا گیا اور میں اسی دن سے اس غار میں ہوں۔ چنانچہ میں قبر سے آنے والی آواز کی ہیبت سے اسی غار میں اپنا وقت گزار رہا ہوں اور روزانہ قبر کی اسی آواز کو یاد کرتا ہوں۔ آج اس واقعہ کو چالیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ میں نے اپنے قہقہے کی شرم سے آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور میں سخت شرمندہ ہوں کہ کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ کو اپنا منہ کیسے دکھاؤں گا؟ اس کے بعد اس ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ تھا جسے حضرت خواجہ عطا سلمی رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے۔ اس نے چالیس سال تک کبھی آسمان کی طرف نہیں دیکھا تھا اور اکثر

روتا رہتا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا تم کس لئے روتے رہتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں قبر کے خوف سے اور قیامت کے ڈر سے روتا ہوں۔ پھر لوگوں نے اس سے پوچھا کہ آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے؟ اس نے جواب دیا کہ میں گناہ کے شرم سے آسمان کی طرف نہیں دیکھتا کیونکہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں اور دوستوں کی محفلوں میں زوردار قہقہے لگا کر ہنسا ہوں اسی شرم سے اب میں اپنی آنکھوں کو آسمان کی طرف نہیں اٹھاتا اور نہ ہی آسمان کی طرف دیکھتا ہوں اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت خواجہ فتح موصلی رحمتہ اللہ علیہ اہل طریقت میں سے تھے۔ وہ آٹھ سال تک مسلسل روتے رہے حتیٰ کہ اس کے رخسار سے اس کا گوشت اور پوست جھڑ گیا تھا جب وہ فوت ہوئے تو آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے جب مجھے اوپر آسمانوں پر لے گئے تو میں نے عرش کے نیچے کانپتے ہوئے اور لرزتے ہوئے سجدہ کیا۔ آواز آئی اے فتح! کیوں اتنا روتے رہے ہو؟ کیا مجھے غفار نہیں مانتے؟ میں فوراً سجدہ میں چلا گیا اور عرض کیا کہ اے اللہ! میں تجھے غفار مانتا ہوں لیکن قبر کے عذاب کے ڈر سے اور قیامت کی ہولناکی اور ملک الموت کی سخت گیری سے روتا رہا ہوں مجھے خوف یہ رہا کہ اس تنگ قبر میں میرا کیا حال ہوگا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ چونکہ تیرے دل میں ہمارا خوف تھا اس لئے ہم تجھے بے خوف اور مطمئن کرتے ہیں اور بخشتے ہیں پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سیستان میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کا ہمسفر تھا ایک جگہ پر عبادت خانہ تھا جس میں ایک درویش رہتے تھے جسے حضرت شیخ صدر الدین محمد احمد سیستانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے۔ وہ بہت خدا رسیدہ اور مشغول بہ حق بزرگ تھے۔ میں چند دن آپ کی صحبت میں رہا جو شخص بھی اس بزرگ کے عبادت خانہ میں آتا تھا وہ ان کے فیض سے محروم نہ جاتا تھا۔ وہ بزرگ عالم غیب سے کوئی چیز لا کر اس کے

ہاتھ پر رکھتے تھے اور پھر یہ کہتے تھے کہ مجھ درویش کے لئے ایمان کی دعا کرنا۔ اگر میں اپنے ایمان کو قبر تک صحیح سلامت لے گیا تو یہ میری سعادت مندی اور کامیابی ہو گی الغرض وہ بزرگ جب قبر اور موت کی ہولناکیوں کی باتیں سنتے تو وہ بید کے پتوں کی طرح کانپنے لگ جاتے۔ آپ کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو جاتے تھے گویا آپ کی آنکھیں پانی کا چشمہ بن جاتی تھیں پھر وہ سات دن اور سات رات عالم گریہ میں رہتے اور کھڑا رہتے اور آپ کی دونوں آنکھیں بھی کھلی رہتیں حتی کہ آپ کی گریہ و زاری کو دیکھ کر ہم پر بھی رونا طاری ہو جاتا تھا۔ ہم حیران ہو کر کہتے تھے کہ کتنا بڑا جوان مرد ہے اور کتنا بڑا بزرگ ہے!

جب وہ اپنی اس حالت سے اپنی سابقہ حالت پر عود کر آتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور کہتے اے عزیزان! جسے موت سے واسطہ ہو اور جسے ملک الموت جیسے حریف کا سامنا کرنا ہو اور اسے قیامت کے دن کے ساتھ بھی واسطہ پڑنا ہو اسے نیند سکون اور ہنسی مذاق سے کیا کام؟ یہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو کر کیونکر خوش ہوتا ہے؟ پھر فرمایا اگر تمہیں زیر خاک سوئے ہوؤں کے بارے میں (جو حشرات الارض اور سانپوں کی قید میں ہیں اور مٹی کے قید خانہ میں بند ہیں) ذرہ بھر بھی معلوم ہو جائے کہ ان پر کیا گزر رہی ہے تو تم کھڑے کھڑے پگھل جاؤ گے اور پانی میں ڈالے گئے نمک کی طرح تحلیل ہو جاؤ گے پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے بصرہ میں ایک بزرگ کو دیکھا تھا جو بہت زیادہ مشغول بہ حق تھے میں انہیں ایک قبرستان میں ملا وہ ایک صاحب کشف بزرگ تھے ایک قبر کے پاس میں اور وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ قبر میں پڑے ہوئے مردہ کو عذاب ہو رہا تھا جب آپ نے مردہ کے عذاب کو دیکھا تو وہ نعرہ مار کر گر پڑے۔ میں نے آپ کو دیکھا تو آپ بالکل بے حس و حرکت ہو چکے تھے گویا وہ نمک کی طرح پگھل کر پانی پانی ہو گئے تھے جو خوف الٰہی میں نے اس بزرگ میں دیکھا تھا ایسا

خوف میں نے آج تک کسی میں بھی نہ دیکھا اور نہ سنا الغرض پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے آپ میں نہیں رہا تھا اور قبر کی ہیبت سے پگھلتا گیا آج پورے تیس سال کے بعد میں نے تم سے بات کی ہے۔

اے عزیزان! یہ لوگ جو اس قدر دنیا اور دنیا داری میں مشغول ہیں دراصل یہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور جا پڑے ہیں انہیں اپنے زاد راہ کی تیاری میں مشغول ہونا چاہئے۔ ہمارے سامنے ابھی بہت سی ایسی منزلیں ہیں جن سے ہمیں بڑی احتیاط کے ساتھ گزرنا پڑے گا۔

اس بزرگ نے یہ کہہ کر دو کھجوریں میرے ہاتھ پر رکھیں اور اٹھ کر چلے گئے اور گریہ وزاری میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انہوں نے فرمایا اے درویش! جس خدا کے قبضہ میں میری جان ہے میں اسی دن سے آج تک اسی غم میں مبتلا ہوں اور موت اور قبر کی ہولناکیوں سے پگھل رہا ہوں۔ اور خوف سے نڈھال ہو رہا ہوں میرے پاس کوئی ایسا زادراہ نہیں ہے جس کی بدولت میں اس خوف سے نجات پا سکوں۔ پھر فرمایا قبرستان میں نفس کی تسکین کی خاطر دیدہ دانستہ کھانا پینا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا ایسا شخص ملعون اور منافق ہے پھر اس کے حسب حال یہ حکایت بیان کی کہ میں نے امام یحیٰی ابو الخیر زندوسی کی کتاب "روضہ" میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من اکل فی المقابر طعاماً او شراباً فھو ملعون و منافق۔" یعنی جو شخص قبرستان میں کھائے پیئے وہ ملعون اور منافق ہے۔ پھر حسب حال یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ قبرستان میں سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے ایک اجتماع کو دیکھا جو قبرستان میں کھانے پینے میں مشغول تھے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ ان کے پاس گئے اور فرمایا حضرات! تم منافق ہو یا مسلمان؟ اس اجتماع کو یہ بات ناگوار

گذری انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو سزا دینا چاہی اس پر خواجہ رحمتہ اللہ علیہ صاحب نے فرمایا میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی قبرستان میں کھائے پیئے وہ منافق ہوتا ہے کیونکہ یہ خوف اور عبرت کا مقام ہے ذرا غور تو کرو کہ تم سے بہتر لوگ اس مٹی میں سوئے پڑے ہیں اور حشرات الارض اور سانپوں کی قید میں ہیں ان کا گوشت پوست جھڑ گیا ہے اور ان کا حسن و جمال خاک میں مل گیا ہے تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیزوں کو خاک کے سپرد کیا ہے اب تمہارا دل کیسے چاہتا ہے جو یہاں پر کھاتے پیتے ہو؟ اور لہو و لعب میں مشغول رہتے ہو؟ جب حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ باتیں ان سے کہیں تو فوراً سب نوجوان سمجھ گئے راہ راست پر آگئے اور بد تمیزی سے بھی باز آگئے بلکہ اپنی بد تمیزی کی معذرت خواہی کی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ حکایت بیان کی کہ میں نے کتاب "ریاحین" میں دیکھا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو لعب و لعب اور ہنسی مذاق میں مشغول تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ وہاں کھڑے ہوگئے اور ان پر السلام علیکم کہا وہ لوگ بھی احتراماً کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے برادران! کیا تم موت سے بے فکر ہوگئے ہو؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا نہیں یارسول اللہ! پھر آپ نے فرمایا کہ پھر تم اس قدر لہو و لعب اور ہنسی مذاق میں کیوں غافلوں کی طرح مشغول ہو؟ الغرض رسول اللہ ﷺ کی نصیحت نے ان کے دلوں میں ایسا اثر کیا کہ سب خاموش اور سنجیدہ ہو لئے۔ پھر خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام مشائخ۔ اولیائے طریقت اور ائمہ دین اور عارفان خدا نے دنیا اور دنیا کی دولت و مال کو ناپسند کیا ہے کیونکہ عالم قبر کی تمام ہولناکیاں ان کے پیش نظر تھیں۔ پھر فرمایا کہ اہل سلوک نے جس گناہ کو تیسرے درجے کا (یعنی بڑا) گناہ کبیرہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کو

بے وجہ تکلیف اور اذیت پہنچائے جیسا کہ کلام الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔

یعنی جو لوگ بے وجہ مومنین کو اذیت پہنچاتے ہیں وہ ایک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہے اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ بڑا ظالم اور جابر تھا اور اس نے خدا کی مخلوق پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا ہوا تھا۔ لوگوں کو بغیر کسی جرم کے جبراً ہلاک کر دیتا تھا یا مختلف عذابوں میں مبتلا رکھتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسی ظالم بادشاہ کو بغداد کی مسجد کنکری میں کھڑا دیکھا گیا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ اور بکھرے ہوئے تھے اور وہ خاک آلود بھی تھا۔ اس کے تمام اعضاء پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ کسی شخص نے اسے پہچان لیا اور کہا کیا تو وہی بادشاہ نہیں ہے جو مکہ میں لوگوں پر ظلم کرتا تھا؟ الغرض وہ شرمندہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ تو نے مجھے کیسے پہچان لیا ہے؟ پوچھنے والے نے کہا کہ میں نے تجھے بادشاہی کے زمانہ میں دیکھا تھا جبکہ تم کسی شخص پر رحم نہیں کرتے تھے۔ اور ہر ایک پر ظلم روا رکھتے تھے۔ بادشاہ نے کہا ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو میں نے اس وقت مخلوقِ خدا کو بلاوجہ تکلیف پہنچائی تھی اور ناحق ظلم روا رکھا تھا آج اسی کی سزا بھگت رہا ہوں۔

اس کے بعد خواجہ علیہ الرحمۃ نے یہ حکایت بیان کی کہ میں ایک موقع پر بغداد میں اپنے مرشد کے پاس ہوتا تھا میں نے ایک دفعہ دجلہ کے کنارے ایک عبادت خانہ دیکھا جس میں ایک بزرگ رہتا تھا جب میں عبادت خانہ کے اندر گیا تو میں نے اسے سلام کہا اس نے اشارہ سے سلام کا جواب دیا اور پھر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا چنانچہ میں بیٹھ گیا پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے درویش! پچاس سال کا عرصہ ہو گیا ہے کہ میں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی ہے اور یہاں رہتا ہوں۔ جس طرح آج تم ایک

شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کرتے ہو اسی طرح میں بھی سفر کیا کرتا تھا میں ایک دفعہ دوران سفر ایک شہر میں گیا جہاں میں نے ایک دنیادار بادشاہ کو دیکھا جو خیرات دینے والے نیک لوگوں کو سزائیں دے رہا تھا میں نے اسے کچھ نہ کہا اور اسے اس غلط کام سے نہ روکا۔ جو ظلم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس سے آنکھیں پھیر لیں اور آگے کو چل دیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے درویش! اگر تم خدا تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر اس ظالم بادشاہ کو ظلم سے منع کرتے اور اسے کہتے کہ خدا سے ڈرو اور لوگوں پر ظلم نہ کرو تو شاید تیری نصیحت سے وہ ظالم بادشاہ ظلم سے باز آجاتا۔ لیکن تم اس بات سے ڈر گئے کہ یہ دنیادار بادشاہ تیری عزت نہیں کرے گا اور تیرے مخالف ہو جائے گا۔ الغرض جب سے میں نے غیب کی یہ آواز سنی تھی شرمندگی کی وجہ سے میں سالہا سال سے اس عبادت خانہ میں بند رہتا ہوں اور یہاں سے کبھی پاؤں باہر نہیں رکھا۔ اور یہی ڈر مجھے کھائے جا رہا ہے کہ اگر کل بروز قیامت مجھ سے اس معاملہ کے بارے میں (ظالم بادشاہ کو نصیحت نہ کرنے کے بارے میں) پوچھا گیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ چنانچہ اے درویش اسی تاریخ سے میں نے قسم کھائی کہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں مجھے ظلم نظر نہ آئے۔ تاکہ کل بروز قیامت اگر مجھے گواہی دینے کے لئے بلایا جائے تو مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ پھر جب ہم شام کی نماز سے فارغ ہوئے تو ایک پیالہ جو کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ اوپر سے ظاہر ہوا چنانچہ اس بزرگ نے اور میں نے اکٹھے روزہ افطار کیا جب میں وہاں سے آنے لگا تو اس نے مصلیٰ کے نیچے سے دو سیب باہر نکالے اور مجھے عنایت فرمائے اور میں انہیں خدا حافظ کہہ کر واپس آگیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ سلوک کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کا نام سنیں یا قرآن کریم کی تلاوت کریں تو ان کے دل اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے نرم ہو جانے چاہئیں اور ان کا ایمان پر اعتقاد زیادہ ہو جانا چاہئے اور اگر العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے کے وقت یا

قرآن کی تلاوت کے وقت ان کے دل نرم نہ ہوں اور ایمان پر ان کا اعتقاد مزید پختہ نہ ہو بلکہ وہ بدستور لہو و لعب اور ہنسی مذاق میں مبتلا رہیں تو یہ ان کے حق میں ایک گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اذا ذُکِرَ اللّٰہ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ

امام زاہد اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حقیقت میں مومن وہی لوگ ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا نام سنیں تو ان کے ایمان میں اعتقاد مزید پختہ ہو جائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے یا قرآن پاک کی تلاوت کے دوران ہنستا ہے تو سمجھ لو کہ حقیقت میں یہ منافق ہے۔ پھر فرمایا ایک روز رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو کہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے مگر اس کے باوجود لہو و لعب اور ہنسی مذاق میں بھی مشغول تھے چنانچہ ذکر خدا اور تلاوت قرآن سے ان کے دل نرم نہیں ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں کا یہ تیسرا گروہ ہے کہ ان کا دل اللہ کا کلام سن کر بھی نرم نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جو اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جب حضرت خواجہ ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ کا نام سنا تو ان پر ایسا وجدان اور ذوق طاری ہوا کہ وہ رقص کرنے لگ گئے اور سات رات دن رقص کی حالت میں مدہوش رہے انہیں اپنے آپ کی کوئی ہوش نہ تھی جب ذرا سا ہوش آتا تو زبان پر اللہ کا ذکر کرتے اور پھر عالم بیہوشی میں چلے جاتے تھے۔ حتی کہ سات دن اور سات راتیں اسی طرح گزریں اس دوران ایک دفعہ ہوش میں آئے تجدید وضو کر کے دوگانہ نفل پڑھے اور سر کو سجدے میں رکھ کر یا اللہ یا اللہ کا اس طرح ذکر کیا کہ پھر سر نہ اٹھایا اور اپنی جان کو جان آفرین کے حوالہ کر دیا پھر خواجہ رحمتہ اللہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ

اشعار پڑھے۔

عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود
وزیاد محبّ خویش مدہوش بود
فردا کہ بہ حشر خلق حیران باشد
نام تو درونِ سینہ و گوش بود

یعنی عاشق اپنے دوست کے عشق میں بیہوش ہو جاتا ہے اور اپنے محبوب حقیقی کے ذکر سے مدہوش ہو جاتا ہے۔ کل بروز قیامت جب تمام لوگ حیران ہوں گے اس وقت تیرے عاشقوں کے سینہ میں اور کان میں تیرا ہی ذکر ہوگا۔

اس کے بعد خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں چند صاحب جمال و جلال بزرگ حاضر تھے شعر کہنے والوں نے مذکورہ شعر پڑھے مجھ پر اور دوسرے درویشوں پر اتنا اثر ہوا کہ ہم سب لوگ سات رات اور سات دن تک مدہوش رہے ہمیں کوئی خبر نہ تھی ہم سب رقص کرتے رہے اور جب شعر پڑھنے والے کوئی اگلا شعر پڑھنا چاہتے تو یہ درویش کہتے دوبارہ اسی شعر کو پڑھو۔ ان درویشوں میں سے دو آدمی ایسے بے ہوش ہوئے کہ وہ زمین پر گر گئے ان کا لباس وہیں رہا مگر وہ خود درمیان سے غائب ہو گئے تھے ان فوائد کے بیان ہونے کے بعد سب لوگ اٹھ کر آ گئے اور خواجہ صاحب قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو گئے الحمد للہ علی ذلک

پانچویں مجلس

بروز دو شنبہ (منگل) پھر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی شیخ جلال رحمتہ اللہ علیہ، شیخ علی سنجری رحمتہ اللہ علیہ، شیخ محمد اوحد چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور کچھ دوسرے بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ فرمایا کہ اہل سلوک کے نزدیک پانچ چیزوں کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ ان میں پہلی چیز ماں باپ کی طرف اولاد کا دیکھنا بھی عبادت ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو فرزند اپنے ماں باپ کی طرف اللہ کی رضامندی کی خاطر دیکھتا ہے اس کے نامہ اعمال میں حج مقبول کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور جب کوئی فرزند ماں باپ کے پاؤں پر بوسہ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے نامہ اعمال میں ہزار سال کی عبادت لکھی جاتی ہے اور اسے بخش دیا جاتا ہے پھر اس موقع کے مطابق مزید فرمایا کہ ایک گناہگار اور فسادکار نوجوان مر گیا کسی شخص نے اسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں وہ حاجیوں کے ساتھ ٹہل رہا ہے لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ سعادت کہاں سے حاصل کی؟ جبکہ تو نے اپنی زندگی میں کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔ اس نے جواب دیا یہ ٹھیک ہے مگر بات یہ ہے کہ میری ایک بوڑھی ماں تھی جب کبھی میں گھر سے باہر آتا تو پہلے اپنی ماں کو جھک کر سلام کرتا اور میری ماں میرے حق میں دعا کرتی تھی کہ اللہ تجھے بخشے اور اللہ تعالیٰ تجھے حج کا ثواب عطا کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ماں کی دعا قبول کی اور مجھے بخش دیا اس لئے میں بہشت میں حاجیوں کے ساتھ ٹہل رہا ہوں اس کے بعد اس سلسلے میں مزید فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے

لوگوں نے پوچھا کہ تو نے یہ سعادت اور ولایت کہاں سے حاصل کی؟ آپ نے جواب دیا کہ جب میں سات سال کا بچہ تھا اور میں استاد کے پاس قرآن پڑھنے کے لئے مسجد جاتا تھا۔ جب میرا اسبق اس آیت پر پہنچا۔

"وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً" تو میں نے استاد سے اس آیت کے معنی پوچھے استاد نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ماں باپ کی خدمت لازمی طور پر کرو۔ جونہی میں نے اپنے استاد سے یہ سنا تو میں اپنی والدہ صاحبہ کے پاس آگیا ماں کے قدموں میں سر رکھا یعنی ادب کے ساتھ اس سے پوچھا کہ اے اماں! آج میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں "وبالوالدین احساناً" فرما کر اولاد کو والدین کی خدمت کا حکم دیا ہے۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے درخواست کی کہ تو اللہ تعالیٰ سے میرے لئے یہ دعا مانگ کہ میں تیری اس طرح خدمت کروں جس طرح خدمت کرنے کا حق ہے جب میں نے اپنی یہ درخواست والدہ کی خدمت میں پیش کی تو اس کے دل میں میرے لئے بہت ہی دلسوزی اور ہمدردی پیدا ہوئی اس نے دوگانہ نفل پڑھے پھر میرے ہاتھوں کو پکڑا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے مجھے اللہ کے سپرد کیا چنانچہ یہ ساری ولایت اور سعادت مجھے اسی وجہ سے یعنی ماں کی دعا سے ملی ہے۔ ایک دوسری حکایت یوں بھی بیان کی جاتی ہے کہ موسم سرما کی ایک رات کو آدھی رات کے وقت میری والدہ نے مجھ سے پانی مانگا میں نے پانی کا کٹورا بھر کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور ماں کو دینے کے لئے آیا اتنے میں میری والدہ پھر سو گئیں میں نے انہیں بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا میں پانی کا پیالہ لے کر ماں کے سرہانہ کی طرف کھڑا رہا چنانچہ وہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ میں پانی کا کٹورا لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہوں پھر انہوں نے میرے ہاتھوں سے پانی کا کٹورا لیا اس وقت سردی کی شدت سے میری ہتھیلی کی کھال بھی ٹھنڈے پانی کے کٹورے کو اٹھانے کی وجہ سے یخ بستہ ہو گئی تھی۔ اس وقت ماں نے شفقت مادری

اور ممتا سے مجھے اپنی گود میں لیا۔ بوسہ دیا اور کہا اے جان مادر! تمہیں بہت تکلیف اٹھانی پڑی پھر اس نے میرے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں کی دعا کو قبول کیا لہٰذا یہ ساری ولایت مجھے ماں کی دعا سے ملی ہے۔ اس کے بعد فرمایا دوسری چیز قرآن کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ میں نے کتاب شرح اولیاء میں پڑھا ہے کہ جو شخص اللہ کے کلام یعنی قرآن میں دیکھتا ہے یا تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دو ثواب درج کرنے کا حکم فرماتا ہے ایک قرآن پڑھنے کا ثواب اور دوسرا قرآن کو دیکھنے کا ثواب۔ مزید برآں کلام اللہ کے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ لشکر میں یا سفر میں قرآن کو ساتھ لے جایا جا سکتا ہے یا نہیں تو خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسلام کے اول زمانے میں یہ مسئلہ زیادہ واضح نہیں تھا رسول اللہ ﷺ قرآن کو سفر میں ساتھ نہیں لے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ کہیں اس کی بے ادبی نہ ہو جائے مثلاً اگر یہ قرآن کفار کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس کی بے ادبی کریں گے۔ مگر اب چونکہ اسلام غالب اور ظاہر ہو چکا ہے اس لئے قرآن کو ساتھ لے جایا جا سکتا ہے اس کے بعد اس بارے میں فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں ایک رات کہیں مہمان تھا اور پاؤں کی طرف طاق میں قرآن رکھا تھا میں نے دل میں سوچا کہ قرآن میرے پاؤں کی طرف رکھا ہے میں یہاں کس طرح سو سکتا ہوں پھر یہ خیال آیا کہ قرآن کو یہاں سے اٹھوا کر باہر بھجوا دوں پھر دل میں یہ خیال آیا کہ اپنے آرام کی خاطر قرآن کریم کو باہر کیوں بھیجوں؟ الغرض میں قرآن کے ادب کی خاطر ساری رات بیٹھا رہا اور پھر روانگی کے وقت وہاں سے چل دیا مگر قرآن کو اپنی جگہ پر ہی رہنے دیا۔

چنانچہ قرآن کے اسی ادب و احترام کی خاطر مجھے بخشا گیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا جو شخص قرآن کریم کی طرف دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کی بینائی زیادہ کرتا ہے اور اس کی آنکھیں کبھی دکھنے نہیں آتیں اور نہ ہی آنکھیں خشکی کو قبول کرتی ہیں۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کوئی بزرگ مصلیٰ پر بیٹھا ہوا تھا۔ قرآن اس کے آگے رکھا تھا۔ اسی دوران ایک نابینا آدمی آگیا اور اس نے ملتجیانہ انداز میں درخواست کی کہ میں آنکھوں کا علاج کرا کر تھک گیا ہوں مگر میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہوئیں اب میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تمہاری دعا سے آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ لہٰذا میں تم سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اس بزرگ نے روبقبلہ ہو کر دعا مانگی اور پھر اس قرآن کو جو اس کے پاس تھا اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور نابینے کی دونوں آنکھوں پر ملا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی دونوں آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہو گئیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے کتاب جامع الحکایات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک فاسق نوجوان تھا اور اس کے گناہوں اور فسق کاری سے مسلمانوں کو بڑی نفرت تھی۔ ہر چند کہ لوگ اسے برائیوں سے منع کرتے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ الغرض جب وہ فوت ہو گیا تو اسے کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سر پر سونے کا تاج رکھا ہوا ہے اور سنہری کمر بند (پٹی) بندھی ہوئی ہے اور عمدہ لباس پہنے ہوئے ہے۔ فرشتوں کو حکم ملا کہ اسے بہشت میں لے جائیں اس نے پوچھا تو تو فاسق تھا یہ سعادت تم نے کہاں سے حاصل کی؟ اس نے جواب دیا کہ دنیا میں صرف ایک نیکی مجھ سے ہوئی تھی اور وہ یہ تھی کہ میں جہاں بھی قرآن کو دیکھتا تو اٹھ کھڑا ہوتا اور محبت و عقیدت کے ساتھ قرآن کو دیکھتا رہتا تھا۔ میری اسی ایک نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ اور مجھے قرآن کی برکت سے بخش دیا ہے اور مجھے یہ بلند درجہ بھی اسی وجہ سے ملا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ تیسری چیز یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے حق کی طرف دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نگاہوں سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ سے اس شخص کی بخشش کی دعا کرتا رہتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں علماء و مشائخ کی محبت ہو گی اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ہزار سال کی عبادت لکھنے کا حکم دیتے ہیں اگر وہ شخص اس دوران فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے علمائے کرام کا درجہ عطا کرتا ہے اور اس کا مقام علیین میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے فتاویٰ ظہیریہ میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کو جو شخص علمائے کرام کی طرف بر بنائے عقیدت دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ اس کا آنا جانا بھی ہو اور سات دن تک ان کی خدمت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور وہ نیکیاں بھی ایسی کہ دن کو ہمیشہ روزہ رکھے اور رات کو ہمیشہ قیام کرے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اگلے وقتوں میں ایک آدمی تھا جب اسے کہیں علماء و مشائخ نظر آتے تو ان کی طرف سے منہ پھیر لیتا تھا اور حسد کی بناپر انہیں دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ بالآخر جب وہ مرا اور اسے قبر میں دفن کیا جانے لگا تو ہر چند کہ منہ قبلے کی طرف کرتے تھے مگر اس کا منہ قبلے کی طرف سے پھر جاتا تھا اور دوسری طرف ہو جاتا تھا۔ لوگوں کو تعجب ہوا اور حیرت ہوئی آخر غیب سے آواز آئی اے مسلمانوں! اپنے آپ کو اور اس مرد کو کیوں تکلیف دیتے ہو؟ یہ آدمی دنیا میں علماء اور مشائخ سے منہ پھیر لیتا تھا اور جو شخص علماء و مشائخ سے منہ پھیرتا ہے ہم اسے اپنی رحمت سے محروم رکھتے ہیں اور اسے راندۂ درگاہ بنا دیتے ہیں اور کل بروز قیامت اسے ریچھ کی شکل میں کھڑا کیا جائے گا اس کے بعد فرمایا چوتھی چیز خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خانہ کعبہ کو از راہ تعظیم دیکھ کر گزرتا ہے تو یہ بھی اس کی ایک

عبادت ہے اور جو خانہ کعبہ کی طرف تعظیماً دیکھتا ہے اس کے ایک بار دیکھنے سے ہزار سالہ عبادت کا ثواب اور حج کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ گویا یوں اس کی عزت و تکریم کی جاتی ہے پھر فرمایا پانچویں چیز اپنے پیر کو دیکھنا اور اس کی خدمت کرنا بھی ایک عبادت ہے۔ میں نے کتاب "معرفۃ المریدین" میں دیکھا ہے کہ حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک دن بھی اپنے پیر کی خدمت اس طرح کرے جیسا کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں ہزار محل عطا کریں گے جو کہ مروارید کے ایک ہی دانے پر مشتمل ہوں گے اور ہر محل میں حوریں ہوں گی اور کل بروز قیامت، حساب و کتاب کے بغیر اسے بہشت میں داخل کیا جائے گا اور اس کے نامہ اعمال میں ہزار سالہ عبادت لکھی جائے گی۔ پھر فرمایا مرد کو چاہئے کہ جو کچھ پیر کی زبان سے سنے وہ اپنے گوش اور ہوش کو اسی طرف لگائے۔ اور جو نماز نافلہ یا اوراد و وظائف پیر ارشاد فرمائیں ان پر باقاعدگی سے عمل کرے اور متواتر پیر کی خدمت میں حاضری دے۔ اگر روزانہ متواتر حاضر نہ ہو سکے تو بہر حال اسے بقدر استطاعت حاضر ہونے کی کوشش تو ضرور کرنی چاہئے۔ پھر حسب حال یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک زاہد تھا جس نے سو سال اللہ کی عبادت کی تھی وہ دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو قیام کرتا تھا۔ الغرض وہ ایک لمحہ بھر کے لئے بھی عبادت سے الگ نہیں رہتا تھا۔ اس کے پاس جو شخص آتا یہ اسے پند و نصیحت کرتا اور ہر آنے جانے والے کو کہتا تھا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنَ"

یعنی اے انسانو اور اے جنو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ صرف کھانے پینے کے لئے اور عبادت سے غفلت کے لئے پیدا نہیں کیا۔ لہٰذا ہمارے لئے واجب ہے کہ عبادت کے بغیر اور کسی کام کو مقصد حیات نہ سمجھیں

الغرض یہ زاہد فوت ہو گیا اس کو لوگوں نے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے بخش دیا، لوگوں نے پوچھا کون سے عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ اگرچہ میں نے بہت سے عمل نیک کئے تھے۔ مثلاً میں رات دن جاگتا رہتا تھا اور کبھی اپنے آپ کو عیش و عشرت میں مشغول نہ رکھا مگر میری بخشش کا سبب اپنے پیر کی خدمت کرنا ہے چنانچہ بارگاہ ایزدی سے حکم آیا کہ تو نے پیر کی خدمت کرنے میں کوتاہی نہیں کی اس لئے میں نے تجھے بخش دیا ہے۔

پھر خواجہ ادام اللہ تقواہ نے فرمایا (جبکہ آپ کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے تھے) کہ کل بروز قیامت جب صدیقین اولیاء اور مشائخ کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا تو ان کے کندھوں پر کمبل ہو گا اور ہر کمبل میں لاکھوں دھاگے ہوں گے چنانچہ مشائخ اور بزرگوں کے تمام مریدین اور فرزندان اس کمبل کے دھاگوں سے لٹک جائیں گے۔ ہر ایک آدمی ایک دھاگے کو پکڑ کر کھڑا ہو جائے گا اور جب تمام مخلوق خدا قیامت کے حشر و نشر سے فارغ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو ایسی طاقت عطا کرے گا کہ وہ فوراً پل صراط پر پہنچ جائیں گے اور تمام درویش اور مریدین اس کمبل کو تھام لیں گے اور پل صراط کا تیس ہزار سالہ راستہ ایک پل بھر میں طے کر کے خود کو بہشت کے دروازہ پر کھڑا پائیں گے اور بہشت میں داخل ہونے تک انہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ یہ فوائد بیان کرنے کے بعد خواجہ رحمتہ اللہ علیہ تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے اور میں اور دوسرے احباب اٹھ کر آ گئے۔

چھٹی مجلس

بروز پنجشنبہ (جمعرات) مجھے حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں بات چیت جاری ہوئی حضرت شیخ برہان الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ اور چند دوسرے درویش بغداد کی جامع مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنے علم اور اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اگر لوگ ان کی وسعت سے آگاہ ہو جائیں تو وہ اسی وقت دیوانہ ہو جائیں گے اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کہف کو دیکھنے کی خواہش کی باری تعالیٰ سے جواب ملا کہ ہم نے حکم کیا ہے کہ تم دنیا میں ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ آخرت میں انہیں دیکھ سکتے ہو۔ اگر تمہاری خواہش ہو تو ہم انہیں تیرے دین پر لاتے ہیں تم اس کمبل کو اس جہان میں لے جاؤ۔ الغرض صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ اصحاب کہف کی غار کے دروازے پر آئے، انہیں سلام کہا اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ ﷺ کا دین ان پر پیش کیا جسے انہوں نے قبول کیا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہ ہو۔ مرد کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں سستی نہ کرے تاکہ وہ جو کچھ چاہے وہی ہو جائے۔ دراصل جب یہ مقام کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ وہی کچھ چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہو۔ پھر خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اشکبار ہو گئے اور فرمایا کہ ایک دفعہ میں اپنے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونی

رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا وہاں درویشوں کی ایک جماعت بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے بزرگوں کے مجاہدہ اور ریاضت کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ اسی اثنا میں ایک دوہرے قد والا ضعیف و نحیف اور بوڑھا آدمی عصا ہاتھ میں لئے ہوئے آگیا۔ اس نے سلام کہا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے سلام کا جواب کہا اور پھر اٹھ کر اسے بڑی محبت اور شوق سے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اس بڈھے نے یوں بات شروع کی کہ آج تیس سال ہوگئے ہیں کہ میرا بیٹا مجھ سے جدا ہو گیا ہے اس کی جدائی میں میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ مجھے اس کے حیات و ممات کی کوئی خبر نہیں ہے میں آپ کی خدمت میں بیٹے کی واپسی اور سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں جونہی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بات سنی مراقبے میں چلے گئے کچھ دیر بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور حاضرین مجلس کی طرف منہ کر کے اس بوڑھے کے بیٹے کی واپسی کے لئے دعا کی جونہی دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا "بوڑھے میاں گھر جاؤ۔" تھوڑی دیر کے بعد تم اپنے بیٹے کو ہمارے پاس لے آنا۔ جب بوڑھے نے آپ کی زبان مبارک سے یہ بات سنی تو شکریہ ادا کیا اور گھر کی طرف چل دیا۔ ابھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ کسی نے آکر بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اسے کہا کہ تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا بیٹا آگیا ہے بوڑھے آدمی کا دل یہ خوشخبری سن کر باغ باغ ہو گیا، چنانچہ گھر میں بوڑھا اور بیٹا دونوں اکٹھے ہوگئے اور ایک دوسرے سے ملے بوڑھے کی آنکھیں کمزور ہو چکی تھیں اب اس کی آنکھوں کی بینائی ٹھیک ہو گئی اور وہ اپنے بیٹے کو خواجہ صاحب کی خدمت میں لے آیا اور خواجہ صاحب سے ملوایا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے لڑکے کو اپنے سامنے بٹھایا اور پوچھا تم کہاں تھے؟ اس نے کہا میں سمندر کے نیچے قید تھا جہاں جنات نے مجھے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ آج ہی میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی شکل کا ایک درویش (گویا کہ وہ بالکل آپ ہی تھے) آیا اور زنجیر میں ہاتھ لمبا

کر کے میری گردن کو زور سے نکال لیا اور مجھے اپنے قریب کھڑا کر کے فرمایا کہ اپنے پاؤں میرے پاؤں پر رکھو۔ میں نے اس کے حکم پر عمل کیا پھر اس نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھوں کو بند کیا پھر فرمایا آنکھیں کھول دو میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔ جب اس لڑکے نے یہاں تک بات بتائی اور چاہا کہ ایک اور بات بھی بتائے کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی انگلی کو اپنے دانتوں پر رکھ کر اشارہ سے اسے سمجھایا کہ اگلی بات نہ بتاؤ۔

پھر وہ بڈھا دوڑ کر آیا اور اس نے خواجہ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اور کہا اللہ کے مردیوں ہوتے ہیں۔ اتنی قدرت اور طاقت ہونے کے باوجود اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہی کرشمے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہرہ کے لئے اتنی ہیبت اور بزرگی والا فرشتہ مامور ہے کہ جس کی ہیبت اور بزرگی کو صرف خدا تعالیٰ ہی جان سکتا ہے اس فرشتے کا نام ہابیل ہے الغرض اس فرشتہ نے اپنے دونوں ہاتھ لمبے کئے ہوئے ہیں ایک ہاتھ مغرب کی طرف اور دوسرا مشرق کی طرف ہے اور وہ فرشتہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتا ہے اور دن کی روشنائی کا موکل ہے۔ اور وہ اپنے اسی ہاتھ میں دن کی روشنائی کو محفوظ رکھتا ہے اور جو ہاتھ اس کا مغرب کی طرف ہے وہ اس میں رات کی تاریکی کو محفوظ رکھتا ہے۔ اگر وہ روشنائی کو ہاتھ سے چھوڑ دے تو تمام عالم روشن ہو جائے اور رات ہرگز نہ آئے اور اگر دوسرے ہاتھ سے تاریکی کو چھوڑ دے تو تمام آسمان وزمین تاریک ہو جائیں اور دن نہ چڑھے۔ وہاں ایک تختہ لٹکایا گیا ہے جس کے اندر سیاہ اور سفید لکیریں لگی ہیں جن میں کچھ لکھا ہوا ہے وہ فرشتہ اس تحریر کو دیکھتا ہے۔ اس تحریر میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جب تحریر میں زیادتی ہو تو دن کی روشنائی تیز ہو جاتی ہے اور جب تحریر میں کمی ہوتی ہے تو پھر رات کی

تاریکی زیادہ ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی دن لمبے ہوتے ہیں اور کبھی رات کی تاریکی کم ہوتی ہے۔اس کی بعد خواجہ صاحب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور وہ زار و قطار رونے لگ گئے اس وقت وہ عالم سکر (بیہوشی) میں تھے فرمایا اس راستہ میں صرف مردان خدا ہی ہوتے ہیں، جو معاملہ بھی دنیا میں رونما ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جو عجوبہ بھی ظاہر ہوتا ہے انہی مردان خدا کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے وہ انہیں دیکھتے ہیں اور پھر ان اسرار کو اللہ کے خاص بندوں پر منکشف کرتے ہیں۔اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور ایسا پر ہیبت اور پر عظمت فرشتہ پیدا کیا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ آسمان میں ہے اور ہوا کو اسی ہاتھ میں روک رکھتا ہے جبکہ وہ دوسرے ہاتھ میں جو زمین کی طرف ہے پانیوں کو روک رکھتا ہے اگر یہ فرشتہ اپنے ہاتھ سے تمام روکے ہوئے پانی کو چھوڑ دے تو تمام اہل عالم غرق ہو جائیں اسی طرح اگر وہ دوسرے ہاتھ سے ہوا کو چھوڑ دے تو تمام دنیا والے زیر و زبر ہو جائیں پھر اسکے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوہ قاف کو بڑی عظمت والا پہاڑ بنایا ہے وہ تمام دنیا کے ارد گرد ہے۔دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں اسی پہاڑ کے درمیان میں ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے "**ق و القرآن المجید**" رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے جو اس پہاڑ (کوہ قاف) پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا ورد **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے وہ فرشتہ یہی ورد کرتا رہتا ہے اس فرشتہ کا نام قرتائیل ہے اور وہ اسی پہاڑ پر موکل ہے وہ کبھی اپنے ہاتھ کو کھولتا ہے اور کبھی بند کرتا ہے زمین کی تمام رگیں اس کے ہاتھ میں ہیں جب خدا تعالیٰ زمین پر تنگی پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ وہ زمین کی رگوں کو کھینچ کر رکھے جب زمین کی تمام رگیں اس کے ہاتھ میں سکڑ جاتی ہیں تو اس وقت تمام دریا، نہریں اور چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور زمین سے کوئی سبزہ نہیں اگتا اور جب وہ چاہتا ہے کہ زمین پر فارغ البالی اور کشادگی ہو تو اس

فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین کی رگوں کو کھلا چھوڑ دو اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگوں کو خوف دلائے اور اپنی قدرت دکھائے تو اس فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین کی رگوں کو ہلادے اسی کو زلزلہ کہتے ہیں اور زمین اس وقت تک جنبش کرتی رہتی ہے جب تک اسے اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا میں نے شیخ الاسلام حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ سے اور حضرت شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے کتاب اسرار العارفین میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ (کوہ قاف) کے اندر اس جہان سے بھی چار حصے بڑے مزید چالیس جہان پیدا کئے ہیں۔ ہر جہان کے چار سو حصے ہیں اور ہر حصہ اس دنیا سے چار گنا بڑا ہے اور ان چالیس جہانوں میں جو اس پہاڑ کے پیچھے ہیں کوئی تاریکی نہیں ہے وہاں ہر گز رات نہیں ہوتی اور تاریکی کا نام و نشان نہیں ہے اور صرف روشنی ہی روشنی ہے وہاں کی زمین سونے کی ہے وہاں کے رہنے والے سب فرشتے ہیں یہ چالیس جہان نہ آدم علیہ السلام کو جانتے ہیں اور نہ شیطان کو جانتے ہیں اور نہ ہی بہشت و دوزخ کو جانتے ہیں۔ تخلیق کے دن سے یہاں کے سب فرشتے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے رہتے ہیں ان کے پیچھے چالیس حجاب ہیں اور ان کے پیچھے مزید حجابات ہیں جن کی بزرگی اور عظمت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

پھر فرمایا اس پہاڑ کو گائے کے سر پر رکھا ہوا ہے اور اس گائے کی بزرگی تیس ہزار سال کے راستہ کے برابر ہے اور وہ گائے کھڑی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتی رہتی ہے اس گائے کا سر مشرق کی طرف اور اس کی دم مغرب میں ہے اس کے بعد ہمارے شیخ حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جس دن میں نے یہ حکایت حضرت شیخ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنی تھی انہوں نے خود مراقبہ کیا تھا اس وقت ایک درویش بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا چنانچہ یہ دونوں

(حضرت مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور درویش) خرقہ میں سے غائب ہو گئے تھے اور پھر تھوڑی دیر بعد اپنی جگہ پر واپس آ گئے تھے۔ اس درویش نے قسم کھا کر بتایا تھا کہ میں اور شیخ حضرت مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ دونوں عالم مراقبہ اور مکاشفہ میں کوہ قاف پہنچے تھے اور ان چالیس جہانوں کا بھی ہم نے معائنہ اور مشاہدہ کیا تھا۔ جن کی تفصیل حضرت خواجہ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔ یہ جہان عالم غیب میں تھے ہم نے ان جہانوں کا خود معائنہ کیا اور ان جہانوں کی کیفیت بالکل ویسی ہی تھی جیسا کہ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمائی تھی۔ یہ مکاشفہ اس وجہ سے ہوا کہ میرے دل میں کچھ شک سا پیدا ہو گیا تھا چنانچہ ازالہ شک کے لئے مجھے یہ معائنہ کرایا گیا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الحق والدین ادام اللہ تقواہ نے فرمایا کہ درویش میں اسی طرح کی باطنی قوت ہونی چاہئے تاکہ وہ ان اشخاص کو جو اولیاء کی بات کو نہ مانیں مشاہدہ کرا سکے۔ پھر انہوں نے اپنے حالات کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں ایک دفعہ سمرقند کی طرف سفر کر رہا تھا کہ امام ابو اللیث سمر قندی رحمتہ اللہ علیہ کے محلّہ کے نزدیک ایک بڑی مسجد تعمیر کی جا رہی تھی وہاں ایک عقل مند آدمی کھڑا ہو کر کہہ رہا تھا کہ مسجد کی محراب اس طرف رکھو کیونکہ کعبہ کی سمت اسی طرف ہے۔ میں وہاں کھڑا تھا۔ میں نے کہا کعبہ اس طرف نہیں ہے جس طرف تم بتا رہے ہو بلکہ اس طرف ہے جدھر میں کہتا ہوں۔ ہر چند کہ میں نے اسے سمجھایا مگر اس نے میری بات کو تسلیم نہ کیا۔ میں نے اس کی گردن کو پکڑا اور کہا کہ جس طرف میں کہتا ہوں اس طرف دیکھو۔ کعبہ نظر آتا ہے یا نہیں؟ جب اس عقل مند آدمی نے اس سمت کو دیکھا جو میں نے اسے دکھائی تو اسے اس طرف کعبہ نظر آیا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن دوزخ بنائی تھی اسی دن ایک سانپ بھی پیدا فرمایا تھا۔ اور اسے حکم دیا تھا کہ اے سانپ!

میں ایک امانت تیرے سپرد کرتا ہوں اس کو محفوظ رکھو۔ سانپ نے جواب دیا میں حاضر ہوں جو بھی آپ کا حکم ہو گا اس کی تعمیل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ منہ کھولو سانپ نے اپنا منہ کھولا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ دوزخ کو پکڑ کر اس سانپ کے منہ میں ڈال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اب منہ بند کر دو چنانچہ سانپ نے اپنا منہ بند کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب دوزخ سات زمینوں کے نیچے اس سانپ کے منہ میں بند ہے۔ اگر دوزخ سانپ کے منہ میں نہ ہوتی تو تمام کائنات جل کر راکھ ہو جاتی۔ اس کے بعد فرمایا جب قیامت کا دن آئے گا اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سانپ کے منہ سے نکال لاؤ۔ دوزخ کی ہزار زنجیریں ہوں گی ہر ایک زنجیر کو ایک ہزار فرشتے کھینچیں گے اور ہر ایک فرشتہ اتنا بڑا ہو گا کہ اگر اللہ تعالیٰ حکم دے تو وہ تمام مخلوق کو ایک ہی لقمے میں نگل لے۔ پھر فرشتے دوزخ کی آگ کو بھڑکائیں گے جب وہ ایک پھونک ماریں گے تو تمام میدان قیامت دھوئیں سے بھر جائے گا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ فوائد بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جو شخص روز حشر کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی ایسی طاعت کرنی چاہئے جو اللہ کے نزدیک سب سے بہتر طاعت ہو۔ اس کے بعد میں نے (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ) نے عرض کی کہ جناب وہ کون سی طاعت ہے؟ انہوں نے فرمایا

(۱) عاجزوں اور پسماندگان کی فریادرسی کرنا۔

(۲) لاوارثوں اور بیچاروں کی حاجت پوری کرنا۔

(۳) بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک کوئی اور عمل ان سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔

ان فوائد کے مکمل ہونے کے بعد میں اور دوسرے احباب اٹھ کر آگئے۔ والحمد للہ علی ذلک

ساتویں مجلس

بروز چہار شنبہ (بدھ) پھر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی چند حجاج کرام آئے ہوئے تھے۔ سورۂ فاتحہ کی فضیلت اور برکت کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا میں نے کتاب "آثار مشائخ طبقات" میں دیکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ کو حاجت روائی کے لئے بہت زیادہ پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی مشکل پیش آئے تو وہ سورۂ فاتحہ اس طریقے سے پڑھے کہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمِ الحمد للہ

یعنی رحیم کی میم کو الحمد کے لام میں داخل کر کے پڑھے۔ اور آمین کو تین بار کہے اس طرح پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کو حل کر دیں گے اس کے بعد مزید فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی ﷺ پر نہیں کئے۔ پھر فرمایا میں بیٹھا ہوا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میں نے تیرے پاس اپنی کتاب بھیجی ہے اور اس کتاب میں ایک سورت ایسی بھیجی ہے کہ اگر وہ سورت تورات میں ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے کوئی شخص جہود نہ ہوتا۔ اور اگر یہ سورۂ انجیل میں ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے کوئی شخص نصرانی نہ ہوتا اور اگر یہ سورۃ زبور میں ہوتی تو حضرت داؤد علیہ

السلام کی امت میں کوئی شخص مغ (بت خانہ کا خادم) نہ ہو تا یہ سورۃ میں نے قرآن میں اس لئے اتاری ہے تاکہ تیرے امتی اس سورۃ کی تلاوت کی برکت سے قیامت کے روز دوزخ کے عذاب اور قیامت کی دوسری ہولناکیوں سے بچ جائیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے مزید فرمایا اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اس خدا کی قسم جس نے تجھے تمام کائنات کے لئے برحق نبی ﷺ بنا کر بھیجا ہے اگر روئے زمین کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام عالم کے درخت قلم بن جائیں اور سات آسمان اور سات زمینیں کاغذ بن جائیں پھر بھی ابتدائے عالم سے قیامت تک لکھتے رہنے کے باوجود اس سورۃ کی فضیلتیں نہیں لکھی جا سکیں گی۔ اس کے بعد خواجہ ادام اللہ بقاء نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ جو بیماری کسی علاج سے ٹھیک نہ ہوتی ہو تو سورہ فاتحہ کو صبح کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان بسم اللہ شریف کے ساتھ اکتالیس بار پڑھے اور پھونک مارے اللہ تعالیٰ اسے اس سورۃ کی برکت سے شفا بخشے گا اس کے بعد اس موقع پر فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَلْفَاتِحَةُ شِفَآءٌ لِّكُلِّ دَاءٍ

یعنی سورۃ فاتحہ ہر مرض کے لئے شفا ہے اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نور اللہ مرقدہ کو بڑی پیچیدہ بیماری لاحق ہو گئی دو سال تک وہ مریض رہا جب علاج سے مایوس ہوا تو اپنے وزیر کو حضرت خواجہ فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں اس بیماری کے ہاتھوں جان بلب ہو چکا ہوں میں نے کوئی علاج نہیں چھوڑا مگر صحت نہیں ہوئی الغرض حضرت خواجہ فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ فوراً اٹھ کر ہارون الرشید کے پاس آئے اور اپنے ہاتھ ہارون رشید کے جسم پر پھیرے۔ اور سورۃ فاتحہ اکتالیس بار پڑھ کر اسے دم کیا۔ ابھی وہ دم سے مکمل طور پر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ہارون الرشید تندرست اور صحت یاب ہو گئے پھر اسی

بارے میں مزید فرمایا کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی بیمار کے پاس گئے سورۂ فاتحہ پڑھی اور اسے دم کیا وہ مریض اسی وقت صحت یاب ہو گیا ایک اور آدمی جو بیمار کی بیمار پرسی کے لئے آیا تھا اس نے بیمار سے پوچھا کہ تم کیسے اچانک صحت یاب ہو گئے؟ اس نے کہا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تھے انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور مجھے اللہ نے صحت دے دی۔ ابھی وہ یہی بات کہہ ہی رہا تھا کہ بیمار پرسی کے لئے آنے والے شخص کو وہی بیماری لگ گئی اور بداعتقادی کی وجہ سے وہ اسی بیماری میں مر گیا۔ کیونکہ ہر کام میں صدق ہونا چاہئے۔ اور عقیدہ بھی درست ہونا چاہئے۔ اگر صدق کے ساتھ صرف ہاتھ بلند کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرما دیتا ہے اور اگر خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھی جائے تو پھر یہ تمام دردوں اور مرضوں کے لئے شفا ہے۔ اس کے بعد فرمایا تفسیر میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر سورۃ کو ایک نام سے موسوم کیا ہے مگر سورۂ فاتحہ کے سات نام ہیں پہلا نام فاتحہ الکتاب، دوسرا نام سبع مثانی، تیسرا نام ام الکتاب، چوتھا نام ام القرآن، پانچواں نام سورۃ مغفرت، چھٹا نام سورۂ رحمت ساتواں نام سورۃ الثانیہ ہے۔

اس سورت میں سات حروف نہیں ہیں پہلا حرف ث نہیں ہے کیونکہ یہ ثبور کا پہلا حرف ہے جس کا معنی تباہی ہے اور الحمد پڑھنے والے کو تباہی سے کیا واسطہ ہے؟

دوسرا حرف جیم نہیں ہے کیونکہ جیم جہنم کا پہلا لفظ ہے اور الحمد پڑھنے والے کو جہنم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تیسرا حرف ز نہیں ہے کیونکہ ز توز قوم کا پہلا حرف ہے جس کا معنی تھوہر ہے جو جہنم کا ایک زہریلا اور کڑوا پودا ہے اور الحمد پڑھنے والے کو اس زہریلے اور کڑوے پودے سے کیا کام ہے؟ چوتھا حرف ش نہیں ہے کیونکہ شین شقاوت کا پہلا حرف ہے جس کا معنی بدبختی ہے اور الحمد پڑھنے والے کو بدبختی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پانچواں حرف ظ نہیں ہے کیونکہ یہ ظلمت کا پہلا حرف ہے جس کا

معنی تاریکی ہے اور الحمد پڑھنے والے کو تاریکی سے کوئی کام نہیں ہے۔ چھٹا حرف "ف" نہیں ہے کیونکہ یہ فراق کا پہلا حرف ہے جس کا معنی جدائی ہے اور الحمد پڑھنے والے کو جدائی سے کیا واسطہ؟ ساتواں حرف خ نہیں ہے کیونکہ یہ خواری کا پہلا حرف ہے اور الحمد پڑھنے والے کو ذلت اور خواری سے کوئی کام نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اس سورت میں سات آیتیں ہیں۔ امام ناصر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سورت میں سات آیات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کے بھی سات اندام پیدا کئے ہیں جو شخص یہ سات آیتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے سات اندام کو سات دوزخوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اس موقع پر فرمایا کہ مشائخ طبقات اور اہل سلوک لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں ایک سو چوبیس حروف بیان فرمائے ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا فرمائے ہیں اس سورت کے ہر حرف میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ثواب موجود ہے پھر انہوں نے یہ تمثیل بیان فرمائی کہ الحمد میں پانچ حروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے جو آدمی یہ پانچ حروف (الحمد) پڑھتا ہے تو اگر وہ اپنی نماز میں کوئی نقصان یا کمی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس لفظ الحمد کی برکت سے اس کی نماز کو قبول کر لیتا ہے۔ پھر فرمایا۔ "للہ" تین حرف ہیں ان تین حرفوں کو الحمد کے پانچ حروف میں جمع کیا تو کل آٹھ حروف ہو گئے یعنی الحمد للہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بہشت کے آٹھ دروازے اس کے لئے کھول دیتا ہے اور وہ جس دروازے سے چاہے گا بہشت میں داخل ہو گا۔

"رب العالمین" کے دس حروف ہیں ان دس کو سابقہ آٹھ حروف میں جمع کیا تو حاصل جمع اٹھارہ ہو گئے۔ تو اس میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں جب آدمی "الحمد للہ رب العالمین" پڑھتا ہے تو اسے ہر حرف کے بدلے میں جو اس اٹھارہ ہزار عالم میں ہیں ثواب ملتا ہے۔

آگے "الرحمٰن" میں چھ حروف ہیں چھ کو سابقہ اٹھارہ میں جمع کیا تو کل چوبیس ہو گئے اس میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک رات اور ایک دن میں چوبیس گھنٹے پیدا کئے ہیں تو جو بندہ ان چوبیس حروف کو پڑھے گا وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جائے گا گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ پھر الرحیم میں چھ حروف ہیں ان چھ کو پچھلے چوبیس میں جمع کیا تو کل تیس بن گئے اس میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پل صراط کو تیس ہزار سالہ راستہ کے برابر لمبا بنایا ہے تو جو بندہ ان تیس حرفوں کو پڑھے گا وہ تیس ہزار سال کے راستہ والے پل صراط پر سے ایسے جلدی گزر جائے گا کہ ماشاء اللہ دیدہ باید۔

"پھر مالک یوم الدین" کے بارہ حروف ہیں ان بارہ کو پچھلے تیس حرفوں میں جمع کیا تو کل بیالیس حروف ہو گئے تو اس میں یہ راز ہے کہ جو شخص یہ بارہ حروف (مالک یوم الدین) پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہر سال بارہ مہینوں کا بنایا ہے تو اس شخص نے ان بارہ مہینوں میں جو گناہ کئے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس مالک یوم الدین کے پڑھنے کی برکت سے انہیں معاف کر دیتا ہے۔ ایاک نعبد کے آٹھ حروف ہیں ان کو پچھلے بیالیس حروف میں جمع کریں تو پچاس بنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کو پچاس ہزار سال کا بنایا ہے تو جو آدمی یہ پچاس حروف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو وہ اپنے صدیقین کے ساتھ کرتا ہے۔

ایاک نستعین کے گیارہ حروف ہیں ان گیارہ کو پچھلے پچاس میں جمع کیا تو کل اکسٹھ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آسمان میں اکسٹھ سمندر پیدا کئے ہیں تو جو آدمی یہ اکسٹھ حروف پڑھے گا ان سمندروں کے قطرات کے برابر اس کے نامہ اعمال میں اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اسی مقدار میں اس کے نامہ اعمال سے اس کے گناہوں کو مٹایا جائے گا۔ آگے ہے اہدنا الصراط المستقیم اس میں انیس حروف ہیں ان انیس کو پچھلے اکسٹھ میں جمع

کیا تو کل اسی (۸۰) ہو گئے تو جو شخص دنیا میں شراب پیتا ہے اور اسے بطور تعزیر شرع کے اسی (۸۰) درے مارنا واجب ہے تو جو شخص یہ اسی حروف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اسی (۸۰) دروں کی سزا معاف کر دیں گے۔ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین (آمین) کل چوالیس حروف ہیں ان چوالیس کو سابقہ اسی (۸۰) میں جمع کیا تو حاصل جمع ایک سو چوبیس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے ہیں تو جو آدمی یہ ایک سو چوبیس حروف پڑھے گا اسے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ثواب ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہم سفر تھا میں ان کے ساتھ دریائے دجلہ کے ساحل پر پہنچا وہاں کوئی کشتی نہ تھی جو ہمیں پار لے جاتی ہمیں کچھ جلدی تھی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا آنکھیں بند کرو میں نے آنکھیں بند کیں پھر فرمایا آنکھیں کھولو میں نے آنکھیں کھولیں تو میں اور شیخ دونوں دجلہ کے دوسرے کنارے پر کھڑے تھے میں نے عرض کی کہ ہم نے دریائے دجلہ کو کیسے عبور کر لیا فرمایا میں نے پانچ بار سورۂ فاتحہ پڑھی اور پھر پاؤں دریا میں رکھ دیا اور یہاں کنارے پر آ گئے۔ جو شخص صدق اعتقاد سے سورۂ فاتحہ جس مقصد اور حاجت کے لئے پڑھے اور اس کی حاجت پوری نہ ہو تو بروز قیامت وہ میرا دامن پکڑ لے یہ فوائد بیان کرنے کے بعد وہ مشغول بہ حق ہو گئے اور میں اور دوسرے احباب اٹھ کر آ گئے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

آٹھویں مجلس

پنج شنبہ (جمعرات) کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی موضوع سخن اوراد و وظائف تھا۔ فرمایا کہ جو شخص کوئی وظیفہ یا ورد روزانہ پڑھنے کا عہد کرے تو اسے وہ وظیفہ یا ورد روزانہ پڑھنا چاہئے اگر دن کو نہ پڑھ سکے تو رات کو ضرور پڑھے۔ بہر حال وظیفہ کا ناغہ نہیں کرنا چاہئے۔ وظیفہ سے فارغ ہو کر دوسرے کاموں میں مشغول ہونا چاہئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:۔ **تارك الورد ملعون** یعنی ورد کو ترک کرنے والا ملعون ہے پھر اس بارے میں مزید فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین رحمتہ اللہ علیہ گھوڑے سے گر پڑے اور ان کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی فوراً گھر آئے اور سوچا یہ حادثہ کیوں پیش آیا پھر سوچا کہ صبح کی نماز کے بعد روزانہ سورۂ یٰسین پڑھنا میرا وظیفہ تھا اور اس دن یہ وظیفہ مجھ سے فوت ہو گیا پھر اس کے حسب حال فرمایا کہ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ تھے ان سے ایک دفعہ وظیفہ فوت ہو گیا اسی وقت غیب سے آواز آئی اے عبداللہ! مجھ سے جو تو نے عہد کیا ہوا تھا آج اسے بھول گئے اور روزانہ کی طرح آج تو نے اپنا وظیفہ نہیں پڑھا۔ پھر فرمایا کہ انبیاء اولیا اور مشائخ اور مردان حق روزانہ اپنا وظیفہ پڑھتے ہیں اور اپنے مشائخ کے بتائے ہوئے وظیفہ پر پابند رہتے ہیں پھر فرمایا کہ ہم اپنے خواجگان کے اوراد و وظائف کو باقاعدگی سے پڑھتے ہیں اور تمہیں بھی یہی نصیحت کرتے ہیں کہ تم بھی اپنے وظیفہ کا ناغہ نہ کیا کرو۔

پھر فرمایا کہ جب آدمی نیند سے بیدار ہو تو اپنے دائیں پہلو سے اٹھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ پھر وضو کرے پھر دو رکعت نفل تحیت الوضوء پڑھے اور جائے نماز پر بیٹھ جائے سورۃ بقرہ کی چند ابتدائی آیات پڑھے پھر سورۃ انعام کی ستر آیات پڑھے اور پھر لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد سو بار کرے۔ اس کے بعد صبح کی دو سنتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور الم نشرح اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور الم ترکیف پڑھے پھر فرمایا سو بار یہ پڑھے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ من کل ذنب واتوب الیہ

پھر صبح کے دو فرض پڑھنے کے بعد نماز سے فارغ ہو جائے تو روبقبلہ ہو کے بیٹھ جائے اور دس دفعہ یہ پڑھے۔ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو حی لایموت ابداً ابدا ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر۔ اس کے بعد تین بار یہ پڑھے اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ پھر تین بار یہ درود شریف پڑھے۔

اللھم صلّ علی محمد ما اختلف الملوان و تعاقب العصران وتکررا الجدید ان واستصحب الفرقدان والقمران بلغ علیٰ روح محمد من التحیۃ والسلام۔ اور تین بار یہ کہے یا عزیز یا غفور۔ پھر تین بار یہ پڑھے سبحان اللہ والحمد للہ لاالہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر تین بار یہ کہے استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اس کے بعد تین بار یہ کہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ الذی لاالہ الا ھوالحی القیوم غفار الذنوب ستار العیوب علام الغیوب کشاف

الکروب مقلب القلوب واتوب الیه

اس کے بعد تین بار یہ پڑھے۔

یا حی یا قیوم یاحنان یا منان یا دیان یا سبحان یا سلطان یا غفران یا ذالجلال والاکرام، برحمتك یا ارحم الراحمین۔ پھر تین بار یہ پڑھے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم یا قدیم یا دائم یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا علیم یا عظیم یا علی یا نور یا فرد یا وتر یا باقی یا حی اقض حاجتی بحق محمد وآلہ اجمعین۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام پڑھے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ننانوے نام پڑھے جو یہ ہیں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد، احمد، حامد، محمود، قاسم، عاقب، خاتم، حاشر، ماحی، داعی، سراج، منیر، بشیر، نظیر، ھادی، مھدی، رسول الرحمۃ، نبی، طٰهٰ، یٰسین، مزمل، مدثر، صفی، خلیل، کریم، حبیب، مجید، احید، وحید، قیم، جامع، مقیف، مقتفیٰ، رسول الملاحم، رسول الرحۃ، کامل، اکلیل، مصطفیٰ، مرتضیٰ، مختار، ناصر، قائم، حافظ، شاھد، عادل، حکیم، نور، حجۃ بیان، برھان، مُؤمِنٌ، مطیع، مذکر، واعظ، واحد، امین، صادق، نَادِقٌ، صاحب، مکی مدنی، ابطحی عربی، ھاشمی، قرشی، مضری، امی، عزیر، حریص رؤوف، یتیم. طیب، طاھر، مطھر، فصیح، سید، متقی امام، بارحق مبین، اول، آخر، ظاھر، باطن، رحمۃ شفیع، محرم، امر، ناھی، حلیم، شھید، قریب، مُنِیْبٌ ولی، عبداللہ، محمد، کرامت اللہ محمد آیت اللہ وسلم تسلیما کثیراً برحمتك یا ارحم الراحمین۔

اس کے بعد تین بار یہ درود شریف پڑھے۔

اللھم صلیّ علیٰ محمد حتی لایبقی من الرحمۃ شئی وبارك علیٰ محمد

حتی لا یبقی من البرکات شئی۔اس کے بعد ایک بار آیت الکرسی پڑھے یعنی لاالٰہ الا ھو الحی القیوم لاتاخذہ سنة ولا نوم لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشئی من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم۔اس کے بعد تین بار یہ پڑھے۔

قل اللھم مالك الملك توتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك علی کل شئی قدیر۔اس کے بعد تین بار۔قل ھواللہ احد آخر تک پڑھے اس کے بعد سات بار فان تولوا فقل حسبی اللہ لاالٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم کہے۔پھر تین بار یہ کہے:ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین برحمتك یا ارحم الراحمین اس کے بعد تین بار یہ پڑھے۔

اللھم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات برحمتك یا ارحم الراحمین۔اس کے بعد تین بار یہ پڑھے۔سبحان الاول المبدئ سبحان الباقی المعید اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد پھر تین بار یہ پڑھے۔وان اللہ علی کل شئی قدیر وان اللہ قد احاط لکل شئ عدداً پھر تین بار یہ پڑھے۔ توبة عبد ظالم ذلیل لایملك لنفسہ نفعاً ولا ضرا ولا موتاً ولا حیوة ولا نشوراً اس کے بعد تین بار یہ پڑھے۔اللھم یا حی یا قیوم یااللہ یالاَالٰہ اِلاَّ اَنْتَ اَسْئَلُكَ ان تحی قلبی بنور معرفتك ابدا یا اللہ۔پھر تین بار یہ پڑھے یا مسبب الاسباب، یامفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یا دلیل المتحیرین یا غیاث

المستغثين اغثنى توكلت عليك يا رب وفوضت امرى اليك يا رب لاحول ولا قوة الا بالله العظيم ماشاء الله كان وما لم يشاء لم يكن اياك نعبد واياك نستعين اس کے بعد ایک بار یہ پڑھے۔ اللهم انى اسئالك يا من عليك حوائج السائلين ويعلم ضميرا لصامتين فان لك من كل مسالة منك سمعاً حاضراً جواباً عتيداً وان من كل صامت علما ناطقاً فاعطنا مواعيدك الصادقة واياديك الشاملة ورحمتك الواسعة ونعمتك السابقة انظر الى نظرة برحمتك يا ارحم الرحمين۔ اس کے بعد ایک بار یا حنان یا منان یا دیان یا برهان یا سبحان یا غفران یا ذالجلال والاكرام کہے پھر تین بار یہ کہے اللهم اصلح امة محمد اللهم ارحم امة محمد. اللهم فرج عن أمة محمد اس کے بعد تین بار یہ کہے اللهم انى اسئالك باسمائك الاعظم ان تعطينى ماسألتك بفضلك وكرمك يا ارحم الراحمين الحمد لله الذى فى السمٰوٰت عرشه والحمد لله الذى فى القبور قضاءه وامره. الحمد لله الذى فى البر والبحر سبيله والحمد لله الذى لا ملاذ ولاملجاء الا اليه. رب لا تذرنى فرداً وانت خير الوارثين۔ پھر تین بار یہ کہے سبحان الله ملاء الميزان ومنتهى العلم وزنة العرش و مبلغ الرضا ولا اله الا الله على الميزان ومنتهى العلم وزنة العرش ومبلغ الرضا برحمتك يا ارحم الرحمين پھر ایک بار یہ کہے رضيت بالله ربّا كريماً و بمحمّد نبيا وبالاسلام دينا و بالقرآن اماماً و بالكعبة قبلة وبالمومنين اخوانا پھر تین بار یہ کہے۔ بسم الله خَيْرِ الاسماء بسم الله رب الارض والسماء بسم الله الذى لايضر مع اسمه شئى فى الارض ولا فى السماء وهو السميع العليم۔ اس کے بعد چند بار یہ کہے اللهم اجرنا من النار يا مجير۔ اس کے بعد نو بار لااله الا الله اور دسویں بار محمد الرسول الله کہے۔ اس

کے بعد ایک بار یہ کہے واشهد ان الجنة حق والنار حق والميزان حق والموت حق والسؤال حق والصراط حق والشفاعة حق وكرامة الاولياء حق ومعجزة الانبياء حق فى الدار الدنيا وان الساعة آتية لاريب فيها وان الله يبعث من فى القبور۔ پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔ اللهم زد نورنا وحضورنا وزد مغفرتنا وزد طاعتنا وزد نعمتنا وزد محبتنا وزد عشقنا وزد قبولنا برحمتك يا ارحم الرحمين۔ اس کے بعد مسبعات عشر اور سورۂ یٰسین پڑھے اس کے بعد سورۃ الملک پڑھے اس کے بعد سورۃ الحمد پڑھے اس کے بعد جب سورج اچھی طرح نکل آئے تو دس رکعتیں پانچ سلاموں کے ساتھ نماز اشراق پڑھے۔ پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور اذا زلزلت الارض زلزالها (ایک بار) اور دوسری رکعت میں ایک بار فاتحہ اور ایک بار انا اَعْطَيْنٰكَ الكوثر پڑھے نماز اشراق پڑھنے کے بعد دس بار درود شریف پڑھے۔ پھر چاشت کی نماز تک قرآن کی تلاوت میں مشغول رہے۔ فرمایا۔ نماز چاشت بارہ رکعتیں چھ سلاموں کے ساتھ پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورہ والضحیٰ ایک بار پڑھے چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر سو بار کلمہ سبحان اللہ آخر تک پڑھے پھر سو بار درود شریف پڑھے اس کے بعد استواء تک یعنی سورج کے سر پر آنے تک قرآن کی تلاوت میں مشغول رہے۔ یقیناً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے گی۔ پھر ظہر کی نماز پڑھے اور قرآن کی آخری دس سورتیں (الم ترکیف سے لے کر قل اعوذ برب الناس الخ تک) پڑھے۔ سلام پھیر کر جب نماز سے فارغ ہو جائے تو دس بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد عصر کی نماز تک سورۂ نوح پڑھنے میں مشغول ہو جائے۔ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر سو بار لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم پڑھے۔ پھر سورۂ فتح پڑھے اس کے بعد پانچ بار سورۂ ملک پڑھے اس کے بعد سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ والنازعات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے

قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ پھر ذکر میں مشغول ہو جائے۔ فرمایا میں نے شرح مشائخ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو شخص سورۂ والنازعات پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کرے۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نفل برائے حفظ ایمان ادا کرے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین بار اور قل اعوذ برب الفلق ایک بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار اور قل اعوذ برب الناس ایک بار پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر سر بسجود ہو جائے اور یوں کہے۔ "یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان"۔ اس کے بعد صلوٰۃ الاوابین ادا کرے ہمارے نزدیک تین سلاموں کے ساتھ چھ رکعتیں ادا کرے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد اذا زلزلت الارض زلزالها اور دوسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد الھکم التکاثر اور تیسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الواقعہ پڑھے پھر عشاء کی نماز تک مشغول بہ حق رہے اور یہ دعا پڑھے۔ اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك و حسن عبادتك پھر عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد چار رکعت نفل پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار آیۃ الکرسی پڑھے اور باقی تین رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد تینوں قل (قل هو الله احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) پڑھے۔ سلام کے بعد اللہ سے جو دعا مانگے وہ پوری ہو گی۔ اس کے بعد چار رکعت نماز صلوٰۃ السعادت پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد انا انزلنه فی لیلة القدر تین بار اور سورۂ اخلاص پندرہ بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو سر بسجود ہو کر تین بار یوں کہے۔ یا حی یا قیوم ثبتنا علی الایمان اس کے بعد جب بیٹھ جائے تو یہ دعا پڑھے۔

اللهم انی اسئالك برکة فی العمر وصحة فی البدن وراحة فی المعيشة

ووسعة فی الرزق وزیادة فی العلم وثبتنا علی الایمان۔

اس کے بعد رات کے تین حصے کرے رات کے پہلے پہر میں نوافل پڑھے۔ دوسرا پہر نماز تہجد میں گزارے جو کہ رسول اللہ ﷺ پر فرض تھی اور ہم پر واجب ہے۔ آٹھ رکعتیں چار سلاموں سے ادا کرے اور جتنا قرآن یاد ہو ان رکعتوں میں پڑھے البتہ رات کا تیسرا حصہ نیند کے لئے ہونا چاہئے۔ پھر نیند سے اٹھ کر تجدید وضو کرے اور صبح کاذب تک مشغول بہ حق رہے حدیث شریف میں ہے کہ ایک بزرگ کی نماز تہجد فوت ہو گئی تھی وہ گھوڑے سے گر پڑا تھا اور اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی یہ بزرگ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ حادثہ کس وجہ سے رونما ہوا ہے؟ غیب سے آواز آئی کہ تو نے آج نماز تہجد نہیں پڑھی تھی اس لئے تمہاری ایک ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ پھر صبح صادق تک مشغول بہ حق رہے اور پھر اسی طرح عمل کرے جیسا کہ پہلے تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ **فمن شاء فلیراجع**۔ اس پر تجاوز نہ کیا جائے کیونکہ ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ ہے الحمد للہ علی ذلک۔

نویں مجلس

جب میں خواجہ صاحب کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت حضرت شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ واحد برہان غزنوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ سلیمان عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ اور چند مزید درویش خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے چنانچہ سلوک کے موضوع پر بات چیت شروع ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے سلوک کو سو درجوں میں تقسیم کیا ہے ان سو میں سے سترہواں درجہ کشف و کرامات کا ہے۔ جو سالک اس سترہویں درجہ میں اپنے آپ کو مشہور اور ظاہر کر دے گا وہ اگلے تراسی درجے کیسے حاصل کر سکے گا؟ پس سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس منزل میں اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے تاکہ وہ سلوک کے سو مرتبے حاصل کر سکے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خواجگان چشت کے خاندان میں بعض بزرگوں نے سلوک کے پندرہ درجات بتائے ہیں جن میں پانچواں درجہ کشف و کرامات کا ہے۔ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ جب تک سالک تمام پندرہ درجے حاصل نہ کرلے اس وقت تک وہ کشف و کرامات کا اظہار نہ کرے۔ جو سالک سلوک کے پندرہ درجات حاصل کرنے کے بعد کشف و کرامات ظاہر کرتا ہے وہ کامل ہے۔

اس کے بعد اسی بارے میں مزید فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تم اللہ کا دیدار کیوں نہیں چاہتے؟ حالانکہ اگر آپ اللہ کا دیدار طلب کریں تو اسے پالیں گے۔ انہوں نے جواب دیا میں اللہ سے وہ تحفہ (دیدار) نہیں مانگتا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مانگا تھا مگر وہ اسے حاصل نہ کر سکے۔ جبکہ رسول

اللہ علیہ وسلم کو وہی تحفہ (اللہ کا دیدار) بے مانگے مل گیا تھا۔ لہٰذا بندہ کو اپنی خواہش سے کیا کام ہے ؟ اگر میں اس تحفہ کے لائق اور اہل ہو گیا ہوں تو اللہ تعالیٰ خود ہی حجاب دور فرما کر مجھے اپنی تجلی عطا فرمائیں گے۔ لہٰذا مجھے اس کے مانگنے کی کیا ضرورت ہے ؟

اس کے بعد عشق کے معاملہ میں بات چل نکلی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہوتا ہے جو چیز بھی اس میں در آئے گی آتش محبت اسے جلا دے گی۔ اور اسے نیست کر دے گی۔ کیونکہ کوئی آگ محبت کی آگ سے زیادہ تیز نہیں ہوتی اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ مقام قرب میں تھے کہ غیب سے آواز آئی اے بایزید رحمتہ اللہ علیہ آج تیرے مانگنے کا دن ہے اور ہماری بخشش کا دن ہے آج جو مانگنا ہے ہم سے مانگ لو آج جو چیز بھی مانگو گے ہم وہی دے دیں گے۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سر بسجود ہو گئے اور کہا اے اللہ! بندے کو مانگنے سے کیا کام؟ بادشاہ جو بھی کرم اور بخشش کر دے گا بندہ اس پر راضی اور خوش ہو گا۔ پھر غیب سے آواز آئی اے بایزید رحمتہ اللہ علیہ ہم نے تجھے آخرت (بہشت) دے دی حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اے اللہ بہشت تو تیرے دوستوں کا قید خانہ ہے دوبارہ آواز آئی اے بایزید رحمتہ اللہ علیہ! بہشت، دوزخ۔ عرش اور کرسی جو بھی چیز ہمارے ملک میں ہے وہ ہم تجھے دیتے ہیں حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا نہیں۔ پھر آواز آئی آخر تم کیا چاہتے ہو تاکہ وہی چیز تمہیں دے دوں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اے اللہ! تو خود جانتا ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ غیب سے آواز آئی اے بایزید! ہمیں پتہ ہے کہ تو صرف ہمیں چاہتا ہے اور اگر ہم خود تجھے چاہیں تو تم کیا کرو گے؟ جب غیب سے یہ آواز آئی تو حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے قسم کھا کر کہا کہ اے اللہ مجھے تیرے جلال کی قسم! اگر تو مجھے چاہتا ہے تو میں کل قیامت کے دن میدان محشر میں

آؤں گا اور تیری دوزخ کے سامنے کھڑے ہو کر ایک ہی آہ سے تیری دوزخ کی ساری آگ کو بھسم کر دوں گا۔ کیونکہ عشق کی آگ کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ کچھ وزن نہیں رکھتی۔ الغرض جب حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے قسم کھا کر یہ بات کہی تو غیب سے آواز آئی اے بایزید! جو چیز تم چاہتے تھے وہ تمہیں مل گئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا ایک رات عشق کی آگ سے الحریق الحریق (آگ آگ) کے نعرے بلند کرنے لگیں۔ بصرہ کے لوگوں نے یہ فریاد سنی تو آگ کو بجھانے کے لئے فوراً پہنچے۔ ان میں ایک خدا رسیدہ آدمی بھی تھا اس نے کہا کہ یہ کیسے ناسمجھ لوگ ہیں جو آگ کو بجھانے کے لئے آگئے ہیں وہ تو اپنے سینہ میں اللہ کے عشق کی آگ رکھتی ہے اور اللہ کا عشق اس کے سینہ میں موجود ہے اور وہ بیچاری اس آگ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے آگ آگ کہہ کر فریاد کر رہی ہے اور یہ آگ اللہ کے وصال کے بغیر نہیں بجھے گی۔

اس موقع پر مزید فرمایا کہ حضرت منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ دوست کے عشق میں کمال کب حاصل ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جب محبوب حقیقی سیاست کے لئے دربار لگاتے ہیں اور عاشق کو تختہ دار پر چڑھاتے ہیں تو عاشق کا فرض ہے کہ ایسے موقع پر بھی وہ دار و رسن سے نہ گھبرائے اس کا فرض ہے کہ محبوب حقیقی کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی کمر کس لے اور اس کے مشاہدہ میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ اسے اپنے قید ہونے اور قتل ہونے کی بھی خبر نہ ہو۔ پھر خواجہ ادام اللہ تقواہ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور یہ شعر پڑھا۔

خوبریاں چوں بندۂ گیرند
عاشقاں پیش شاں چنیں میرند

یعنی:

جب یہ معشوق ناز کرتے ہیں
اہل عشق ان پر خود ہی مرتے ہیں

اس کے بعد فرمایا کہ ایک عاشق کو بغداد میں سر بازار ہزار دُرّے لگائے گئے لیکن اس کی حالت ذرّہ بھر بھی غیر نہ ہوئی بلکہ اس نے کمال استقامت کے ساتھ ہزار درّے برداشت کئے ایک ہمراز آدمی اس کے پاس آیا اور پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا معشوق میرے سامنے تھا اس کے دیدار کی لذت میں مجھے ذرہ بھر بھی درد کا احساس نہیں ہوا۔ پھر فرمایا حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ پر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بد معاش کے ہاتھ پاؤں بغداد کے بازار میں کاٹے گئے اور اس دوران اسے ہنستا ہوا دیکھا گیا ایک شخص اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا یہ ہنسی کا کونسا مقام تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میرا محبوب مجھے دیکھ رہا تھا اس کے دیدار کی لذت سے مجھے درد کا کچھ ادراک اور احساس نہیں تھا۔ میں اپنے محبوب کے دیدار میں اس طرح مستغرق تھا کہ مجھے لوگوں کے قصاص لینے کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ پھر خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دوست کے مشاہدہ کے حسب حال یہ شعر کہا۔

او بر سرِ قتل و من در و حیرانم
کاں راندانِ تیغش چہ نکومی آید

یعنی
وہ ہے قتل کے در پے مرے میں ہوں دیوانہ
کتنا خوش لگتا ہے اس کا مجھے تلوار چلانا

اس کے بعد اہل سلوک اور عارفوں کے حالات کے بارے میں بات چل پڑی فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہے تھے اور یہ لفظ ان کی زبان سے نکلا۔ "كيف السلوك اليك؟" یعنی آپ کے پاس کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ غیب سے آواز آئی اے بایزید "طلق نفسك ثلثا قل هو الله۔" یعنی پہلے

اپنے نفس کو تین طلاقیں دے دو، پھر اللہ کا نام لو۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب تک سالک طریقت کے راستہ میں دنیا اور دنیا کی ہر ایک چیز کو حتی کہ اپنے آپ کو طلاق نہیں دے دیتا یعنی جب تک وہ ماسوی اللہ سے (اللہ کے بغیر ہر ایک چیز سے) بیزار نہیں ہو جاتا اس وقت تک وہ اہل سلوک میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص مذکورہ شرائط کو پورا نہیں کرتا وہ اہل سلوک میں کذاب اور جھوٹا ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک صاحب طریقت بزرگ جو کہ عاشق صادق تھا بارگاہ الٰہی میں مناجات کے وقت یوں کہہ رہا تھا۔ اے اللہ! اگر تو مجھ سے ستر سال کا حساب لینا چاہتا ہے تو میں تجھ سے ستر ہزار سال تک "بلٰی (قالو ابلٰی) کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کیونکہ اے اللہ اب ستر اسی ہزار سال ہو گئے ہیں کہ تو نے الست بربکم کہا تھا اور اس دن سے تمام مخلوق آج تک "بلٰی" کہنے کے شوق میں سرگرداں ہے اور یہ جو آسمانوں اور زمینوں میں شور پایا جاتا ہے یہ تیرے ہی "الست بربکم" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کے شوق کی وجہ سے ہی ہے جب اس بزرگ نے یہ باتیں کہیں تو غیب سے آواز آئی کہ اب جواب بھی سنو۔ تیری آرزو تمہیں مبارک ہو میں تمام کائنات کو ذرہ ذرہ کروں گا اور ہر ذرہ کو اپنا دیدار کراؤں گا اور کہوں گا یہ تمہاری ستر ہزار سال تک پریشانی کا معاوضہ ہے اور بقیہ عرصہ میں اپنی آغوش میں لینا اس پر مستزاد ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک عارف تھا جو ہر روز یہی کہتا تھا کہ ہر ایک شخص کسی نہ کسی شوق میں مستغرق ہے لیکن ہم کسی چیز میں ابھی فنا نہیں ہوئے۔ جب تک ہم نے ایک بار بھی اپنے آپ کو قربان نہیں کیا اس وقت تک ہم اسے حاصل کرنے کے مستحق نہیں ہیں خواہ سات زمینیں بھی ہم اوپر تلے کر دیں۔

پھر شوق کے غلبہ کے ضمن میں فرمایا کہ محبوب حقیقی تو چاہتا ہے کہ مجھے دیکھیں

مگر ہم نہیں چاہتے کہ اسے دیکھیں یعنی بندہ کو اپنے آقا سے کوئی چیز مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آقا خود ہی اپنے بندگان کو دیکھ رہا ہے۔ ایک دفعہ ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ ہم آسانی کے ساتھ ہر طرف سے روگردانی کر کے بارگاہ ایزدی میں پہنچ جائیں گے۔ ہم وہاں پر سب لوگوں کو اپنے سے بھی پہلے موجود پائیں گے اور جو کچھ میں چاہتا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بھی پہلے وہاں اپنی رحمت کا قاصد بھیج دیا تھا (اللہ کے دیدار کی تجلیات وہاں پہلے سے ہی موجود تھیں)

پھر فرمایا ایک بار ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ جب ہمیں پردہ سے باہر نکالا گیا تو میں نے دیکھا کہ عاشق و معشوق اور عشق ایک ہی چیز تھی یعنی عالم توحید میں بس وحدت ہی وحدت ہے وہاں وحدت کے علاوہ اور چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب عارف کامل اور مکمل ہو جاتا ہے تو ہزاروں اور لاکھوں مقامات سے آگے نکل جاتا ہے اور ہر منزل سے بآسانی گزر جاتا ہے۔ اگر وہ کسی مقام سے باہر نہ آئے تو یہ مقام اس کے لئے مقام حیرت ہوتا ہے یعنی ابھی وہ کنارہ پر ہوتا ہے اسے آگے جانے کا راستہ نہیں ملتا اسی لئے وہ عالم تحیر میں گم ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تیس سال ہو گئے ہیں کہ حق، مَیں تھا۔ اب میں نے اپنا آئینہ دیکھا ہے اور میری انانیت نہیں رہی غیریت کا پردہ درمیان سے اٹھ گیا لیکن جب میں ہی نہیں رہا تو اللہ تعالیٰ اپنا آئینہ آپ ہی ہے اور یہ جو میں کہتا ہوں کہ میں اپنا آئینہ ہوں یہ دراصل خود اللہ تعالیٰ میری زبان سے کہتے ہیں اور میں خود درمیان سے اٹھ گیا ہوں بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ میں کئی سالوں سے اس درگاہ میں مجاور ہوں آخر کار مجھے بغیر حسرت کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور جب میں درگاہ کے اندر داخل ہو گیا تو مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی تمام دنیا دار لوگ دنیا میں مشغول تھے اور طالب آخرت، آخرت میں مشغول تھے اور فقیری کا دعویٰ کرنے

والے اپنے دعویٰ میں لگے ہوئے تھے۔ اہل تقویٰ اپنی پرہیزگاری میں مصروف تھے۔ کچھ لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے اور کچھ رقص و سرود اور گانے بجانے میں لگے ہوئے تھے اور کچھ لوگ جو بادشاہ حقیقی کے دربار میں تھے وہ عجز کے دریا میں غرق تھے۔

پھر فرمایا کہ کافی عرصہ ہوا کہ میں ایک دفعہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ آخر عشق اور عاشقی کی راتوں کے طفیل حق سے واصل ہوا تو میں نے اپنے دل کے صدق کے لئے دعا مانگی صبح کے وقت آواز آئی اے بایزید! ہم سے ہمارے بغیر کوئی اور چیز مانگتے ہو تمہیں دِل سے کیا کام؟ اس کے بعد فرمایا عارف وہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اور جس چیز کی بھی خواہش کرے وہ اسے حاضر کر دی جائے وہ جس سے بات کرتا ہے اس کا جواب بھی سنتا ہے۔ مگر اس راہ میں وہ عارف نہیں ہے جو کسی چیز کی جستجو کرے۔ پھر فرمایا عارفوں کا مرتبہ یہ ہے کہ جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو تمام عالم اور جو کچھ عالم کے اندر ہے وہ اسے اپنی دو انگلیوں کے درمیان نظر آئے۔ ایک بار لوگوں نے حضرت خوجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم نے طریقت میں کہاں تک اپنے کام کو پہنچیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ جب میں اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں تو مجھے تمام دنیا اور مافیھا نظر آجاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ مرید کی طاعت مٹھاس میں ہوتی ہے فرمایا مریدین کو طاعت میں اس وقت مٹھاس حاصل ہوتی ہے جب وہ طاعت میں خوشی اور اطمینان قلبی محسوس کریں اور اسی اطمینان قلبی سے ان کے لئے حجاب بھی قرب ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ عارفوں کا کمترین درجہ یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی صفات پائی جائیں۔ پھر فرمایا ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا حالت شوق پر غلبہ ہوا تو کہنے لگیں۔ "الٰہی! اگر گناہگار لوگوں کے عوض میں مجھے آگ میں جلایا گیا تو میں صبر کروں گی کیونکہ محبت کا تقاضا صبر کرنا ہوتا ہے اور اسے میرا کارنامہ نہیں سمجھا جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ میرے

اور تمام لوگوں کے گناہ معاف کر دے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں لا محدود عصمت، رافت اور رحمت ہے اس لئے یہ کوئی بہت بڑا کام نہیں ہو گا (یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے تمام لوگوں کو بخش دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔) پھر فرمایا "اہل سلوک کے مذہب میں غرور کرنا بھی ایک گناہ ہے۔ پھر فرمایا غرور کرنا دوسرے گناہ سے بدتر ہے۔ پھر فرمایا حق کی محبت میں عارف کا درجہ کمال یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے آپ پر دل کے نور کی تجلیات کو ڈالے اگر کوئی شخص اسے تسلیم نہ کرے تو وہ کرامت کی طاقت سے اسے منوائے اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار میں حضرت شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر کر رہا تھا ہم ایک شہر میں گئے جسے دمشق کہتے تھے دمشق کی مسجد کے سامنے بارہ ہزار انبیاء کے مزارات ہیں جہاں لوگوں کی حاجات پوری ہوتی ہیں چنانچہ ہم نے انبیاء کے مزارات کی زیارت کی اور وہاں کے بزرگوں سے بھی ملاقات کی۔ چنانچہ ایک دن جامع مسجد دمشق کے اندر میں، حضرت شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ اور ایک عزیز جسے حضرت محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے جمع تھے یہ عزیز حضرت محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ بہت بزرگ اور واصل باللہ ولی تھے آپ کے آگے چند اور درویش بھی بیٹھے ہوئے تھے بات یہ چل رہی تھی کہ جو شخص کسی بات کا دعویٰ کرتا ہے تو جب تک وہ لوگوں کے سامنے اپنے دعویٰ کو ظاہر نہیں کرے گا اس وقت تک اسے کون جانے گا؟ الغرض ایک شخص جو حضرت محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بحث کر رہا تھا اور حضرت محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ اسے یہ کہہ رہے تھے کہ کل بروز قیامت درویشوں کی معذرت قبول کی جائے گی مگر دولت مندوں کی دولت کا حساب و کتاب لیا جائے گا۔ دوسرے شخص کو یہ بات ناگوار گزری اس نے کہا یہ مسئلہ کونسی کتاب میں ہے حضرت خواجہ محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ کو کتاب کا نام یاد نہیں رہا

تھا۔ تھوڑی دیر وہ اپنا سر مراقبہ میں لے گئے اور کشف کے ذریعے اس کتاب کو دیکھا جس میں وہ مسئلہ تھا۔ اس آدمی نے کہا کہ جب تک مجھے یہ کتاب نہیں دکھاؤ گے آپ کی بات درست نہیں سمجھی جائے گی۔ چنانچہ خواجہ محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ نے سر کو اوپر اٹھایا اور کہا اے اللہ! جو کتاب تو نے اپنے بندے کو دکھائی ہے وہ اس مرد کے سامنے بھی کر دے۔ تاکہ یہ بھی دیکھ لے چنانچہ فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کتاب جس میں یہ مسئلہ موجود ہے اس آدمی کو بھی دکھادی جائے۔ چنانچہ وہ آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور مسئلے کا اعتراف کر لیا اور ان کا نیاز مند اور عقیدت مند ہو گیا اور کہا واقعی مردان خدا ایسے ہوتے ہیں اس کے بعد موضوع سخن یہ ہو گیا کہ جو آدمی بھی اس مجلس میں بیٹھا ہے وہ اپنی اپنی کرامت دکھائے۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے مُصلّی کے نیچے ہاتھ ڈالا اور سنہری دینار بر آمد کیا ایک درویش پاس کھڑا تھا وہ دینار اسے دے دیا اور کہا کہ درویشوں کے لئے بازار سے حلوا لے آؤ۔ حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی اس کرامت کے بعد حضرت شیخ اوحد رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک لکڑی پڑی تھی انہوں نے اس پر ہاتھ مارا تو خدا تعالیٰ کے حکم سے وہ لکڑی بھی سونا بن گئی۔ اس کے بعد میں باقی رہ گیا تھا میں اپنے پیر کے ادب کی خاطر کوئی کرامت نہیں دکھانا چاہتا تھا اتنے میں حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اپنی کوئی کرامت نہیں دکھائی۔ اتفاق سے وہاں ایک درویش بیٹھا تھا جو بھوک سے نڈھال تھا مگر شرم کی وجہ سے کسی کو اپنی زبوں حالی بتاتا بھی نہیں تھا بہر حال میں نے ہاتھ لمبا کیا اور کمبل کے نیچے سے جو کی چار گرما گرم روٹیاں نکال کر درویش کو دیں چنانچہ اس درویش نے اور حضرت خواجہ محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر درویش میں اتنی طاقت بھی نہ ہو تو اسے درویش کون کہے گا؟ پھر فرمایا ایک بزرگ آدمی تھا وہ کہتا تھا کہ جب میں دنیا کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں اور لوگوں کے پاس اپنی

کوئی حاجت لے کر نہیں جاتا۔ اور میں نے مخلوق کے مقابلہ میں اپنے خالق کو پسند کیا ہے لہٰذا حق کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ اب میں اپنے آپ کو بھی اپنا دشمن سمجھتا ہوں اب درمیان سے ممات کی منزل بھی اٹھ گئی ہے میں اب صرف اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر بھروسہ کرتا ہوں اور بس۔ پھر فرمایا کہ سلوک میں یہ راز بھی ہے کہ کل قیامت کے دن عاشقوں کے ایک گروہ کو بہشت میں جانے کا حکم ملے گا مگر وہ یہ جواب دیں گے کہ ہم نے بہشت کو کیا کرنا ہے پھر وہ کہیں گے اے باری تعالیٰ! بہشت تو ان کو دے جو بہشت کی خاطر تیری عبادت کرتے تھے۔ پھر فرمایا جب کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی عنایت کر دیتا ہے تو وہ بہشت کو کیا کرے گا؟

اس کے بعد یہ اشارہ فرمایا کہ اگر ہو سکے تو بقاء باللہ کے مقام پر پہنچ جاؤ، ورنہ تمہارے زہد کی صلاحیت کس کام کی؟ پھر خواجہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ زار و قطار رونے لگ گئے پھر فرمایا اس راستہ نے بہت سے مردوں کو عاجز بنا کر رکھ دیا اور بہت سے عاجزوں کو جواں مرد بنا دیا۔ پھر فرمایا کہ تمہارے گناہ سے تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچے گا جتنا نقصان ایک مسلمان بھائی کو ذلیل کرنے اور اس کی توہین کرنے پر تمہیں پہنچے گا۔ پھر فرمایا ایک بہت بڑے بزرگ واصل باللہ تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے طالب، دنیا کی طلب میں معذور ہیں اور آخرت کے طالب حق کی دوستی سے مسرور ہیں اور اہل معرفت نورٌ علیٰ نور۔ یہ وہ راز ہے جسے صرف اہل سلوک ہی جان سکتے ہیں۔ پاس انفاس (ایک مخصوص ذکر) اہل معرفت کی عبادت ہے۔ پھر فرمایا جب عارف خاموش ہو جاتا ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق کے ساتھ ہمکلام ہو اور جب وہ آنکھیں بند کرتا ہے تو وہ اس وقت حق کی طلب میں لگا ہوتا ہے اس لئے وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے تک سر کو اوپر نہیں اٹھاتا وہ اللہ تعالیٰ سے بہت کچھ طلب کرنے کے لئے مشغول بہ حق رہتا ہے۔ اس کے بعد

فرمایا حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں سے بھاگنا اور خاموش رہنا اللہ تعالیٰ کی معرفت کی علامتیں ہیں پھر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا چند سال ہوگئے ہیں جب سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی ہے اس دن سے آپ مخلوقات سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ پھر فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی مگر وہ لوگوں سے کنارہ کشی نہ کرے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اسے معرفت میں کوئی نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا عارف وہ ہوتا ہے جو اپنے دل کی تہ سے ہی اپنے اندر کے خزانہ معرفت کو حاصل کرے حتیٰ کہ وہ یگانہ بن جائے بیگانہ نہ بنے جب اللہ تعالیٰ اس کا یگانہ اور دوست ہے تو پھر اسے کوئی چیز بھی اللہ سے دریغ نہیں کرنی چاہئے۔ اور وہ دونوں جہان کی کسی چیز کا بھی دلدادہ نہ بنے۔ پھر فرمایا راہ عشق میں جل جانا ہی عارف کا کمال ہے پھر فرمایا کہ کل قیامت کے روز جب یہ بندہ بہشت میں جائے گا تو اس میں نہ زہد ہوگا نہ علم ہوگا نہ عمل ہوگا بلکہ اس میں صرف درد عشق ہوگا۔ پھر فرمایا عارف اگرچہ دوست کے کوچہ میں گردش کرتا ہے مگر وہ معرفت کے صرف تھوڑے سے راز ہی بیان کرتا ہے۔ عارف اس وقت تک معرفت کو حاصل نہیں کرپاتا جب تک کہ وہ معارف کو یاد نہ رکھے۔

پھر فرمایا کہ اہل محبت کی فریاد اس وقت تک کم نہیں ہوگی جب تک یہ وصال کے مقام تک پہنچ نہیں جائیں گے کیونکہ عاشق کی فریاد اس وقت تک رہے گی جب تک کہ وہ دوست کے مشاہدہ سے دور ہوگا اور جب اسے مشاہدہ کی نعمت مل جاتی ہے تو پھر بحث اور گفتگو ختم ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا تم نے دریا میں آب رواں کی آواز سنی ہوگی یہ پانی کتنی دردناک آواز میں فریاد کرتا ہے جونہی یہ سمندر میں گرتا ہے تو پھر یہ بالکل پرسکون ہو جاتا ہے اسی طرح جب عاشق اپنے معشوق سے مل جاتا ہے تو پھر عاشق میں فریاد نہیں رہتی۔ پھر فرمایا

میں نے حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے دوست بھی ہیں کہ اگر ایک لحظہ کے لئے بھی وہ دنیا میں محبوب حقیقی کو کسی پردہ کی وجہ سے نہ دیکھ سکیں تو وہ نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ عبادت کس طرح کر سکتے ہیں؟

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ حنیف سہواً دنیا کے کام میں مشغول ہو گئے انہیں یاد آ گیا کہ یہ صورت حال تو دوستی کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے قسم کھائی کہ میں جب تک اس دنیا میں رہوں گا کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس کا تعلق دنیا سے ہو گا اس کے بعد وہ پچاس سال تک دنیا میں زندہ رہے مگر کسی شخص نے ان کو دنیا کے کام میں مشغول نہیں دیکھا۔ پھر حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے ولولہ عشق کے سلسلے میں یہ بتایا کہ وہ روزانہ صبح کی نماز اور وظائف سے فارغ ہو کر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر روتے رہتے ایک دن غیب سے یہ آواز آئی۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ یعنی وہ وقت بھی آئے گا جبکہ اس آسمان اور زمین کو لپیٹ دیا جائے گا اور دوسری زمین اور آسمان پیدا کریں گے تاکہ جدائی وصال سے مبدل ہو جائے۔ پھر فرمایا ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ بسطام کے صحرا میں تجدید وضو کے لئے نکلے عالم شوق میں بلند آواز سے کہنے لگے ہر چند میں صحرا میں نظر کرتا ہوں تو مجھے عشق کی بارش ہوتی نظر آتی ہے۔ ہر چند میں نے کوشش کی کہ اس پانی سے اپنے پاؤں کو باہر نکالوں مگر میرا پاؤں اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ پھر فرمایا محبت کی راہ ایسی راہ ہے کہ جو اس راہ میں کھو جاتا ہے پھر اس کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ پھر فرمایا اہل معرفت اپنی زبان پر اللہ کے ذکر کے بغیر اور کوئی لفظ نہیں لاتے پھر فرمایا سب سے کمترین چیز جو عارفوں پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مال اور ملک سے الگ تھلگ ہو جائیں۔ پھر ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انہوں نے فرمایا کہ حق تو یہی ہے کہ دو جہان کو حق کی دوستی پر قربان کر دیا جائے مگر پھر بھی اسے معمولی کام سمجھنا

چاہئے۔ پھر فرمایا اہل محبت اگرچہ محبت میں مجبور ہیں مگر اس کے باوجود وہ اس طرح چپ چاپ رہتے ہیں گویا سوئے ہوئے ہیں اور اگر یہ بیدار ہو جائیں تو پھر یہ مطلوب کے طالب ہو جاتے ہیں اور اپنی ذات کی طلب اور محبت سے فارغ ہو جاتے ہیں اس وقت وہ معشوق کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں چونکہ معشوق تو وہ خود ہی ہے اس لئے اس کے سامنے طلب کا مظاہرہ کرنا خود نمائی کی علامت ہے جبکہ محبت کی راہ میں فرمانبرداروں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ اپنی طلب کا مظاہرہ کر کے خود نمائی کریں۔

پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ سمنون محبؒ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب اولیاء کے دل اپنے حالات سے آگاہ ہو جاتے ہیں تو پھر وہ محبت اور معرفت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے چونکہ وہ معرفت کا بوجھ اپنی گردن پر نہیں اٹھا سکتے اسی لئے وہ مجاہدات اور ریاضات میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا عارف وہ ہوتا ہے جو یہ عہد کرے کہ میں اپنے مطلوب کو ایک دم میں حاصل کر لوں گا۔ عارف کے ہر سانس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ اپنی تمام عمر کو اپنے انہی سانسوں پر قربان کر دیتا ہے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ایسے مقدس سانس اگر آسمان و زمین میں تلاش کئے جائیں تو کہیں نہیں ملیں گے پھر فرمایا میں نے اپنے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی یقیناً سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے پہلا وہ شخص جس میں دریا جیسی سخاوت ہو اور آفتاب جیسی شفقت ہو اور زمین جیسی تواضع اور انکساری ہو پھر فرمایا حاجی لوگ تو صرف اپنے جسم سے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ سے غافل ہیں اس لئے وہ اس کا مشاہدہ نہیں چاہتے جبکہ اہل محبت اور اس راہ کے مردان عشق اپنے دل کے ساتھ عرش اور حجاب عظمت کے گرد طواف کرتے ہیں اور جب وہ مشاہدہ کے بغیر اور کچھ دیکھتے ہیں تو وہ فریاد کرتے ہیں اور بقاء باللہ کا مقام حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اہل سلوک کی

باطنی محبت کے اندر ایک ایسا علم ہے جسے لاکھوں علما جاننا چاہتے ہیں مگر وہ اس علم کے ایک ذرہ سے بھی آگاہ نہیں ہیں اسی طرح زہد میں ایک عبادت ایسی ہے کہ زاہدوں کو اس کی خبر نہیں ہے اور وہ اس سے غافل ہیں یہ ایک راز ہے جو دونوں جہان سے بالاتر ہے جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر فرمایا اگر کوئی اس راز سے واقف ہو جائے تو پھر وہ دنیا کی نظروں سے مخفی ہو جاتا ہے اور اسے کوئی نہیں دیکھ پاتا۔ اور اگر کوئی شخص اس کی باطنی حقیقت سے واقف ہو جائے تو اس سے اسے تکلیف پہنچتی ہے یعنی وہ مخفی رہنا چاہتا ہے پھر فرمایا کہ زاہد میں جس قدر یہ جوش اور حرکت پائی جاتی ہے یہ سب کچھ بیرونی اور خارجی معاملات ہیں جب پردہ کے اندر انہیں جگہ مل جاتی ہے تو پھر ان پر خاموشی سکوت اور سکون چھا جاتا ہے اور ان میں وہ جوش و خروش اور ولولہ نہیں رہتا پھر فرمایا زبانی شوخیوں کی کوئی وقعت نہیں ہے جب معشوق حقیقی کی بارگاہ میں جگہ مل جاتی ہے تو پھر وہاں فریاد کرنے کی اور ہائے ہو کی ہوش نہیں رہتی ان فوائد کے بیان ہونے کے بعد میں اٹھ کر آگیا **الحمد لله علی ذلك**۔

دسویں مجلس

پنجشنبہ (جمعرات) کوپابوسی کی سعادت حاصل ہوئی چند بزرگ اوراصحابِ سلوک حاضر تھے نیک آدمی کی صحبت پر بات چل پڑی فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الصحبۃ توثر'' یعنی صحبت اپنا اثر دکھاتی ہے اگر کوئی برا آدمی نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھے گا تو وہ نیک ہو جائے گا اور اگر کوئی نیک آدمی برے لوگوں کی صحبت اختیار کرے گا تو وہ برا ہو جائے گا اس لئے کہ جس نے کچھ حاصل کیا صحبت سے ہی حاصل کیا اور جس نے کوئی نعمت حاصل کی اس نے نیکوں سے ہی حاصل کی۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

پھر فرمایا اگر کوئی غلط آدمی کچھ عرصہ تک نیکوں کی صحبت اختیار کرے تو اس میں نیکوں کی صحبت کے اثر ہونے کی امید ہوتی ہے۔ نیکوں کی صحبت کو اختیار کرنا اس کی نیکی کی دلیل ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نیک آدمی کچھ روز بُروں کی صحبت اختیار کرے تو وہ بھی انہی جیسا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سلوک میں نیکوں کی صحبت کو نیک کام کرنے سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح بروں کی صحبت کو برا کام کرنے سے بدتر سمجھا جاتا ہے۔ پھر اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے عہد میں عراق کے بادشاہ کو ایک جنگ میں گرفتار کر کے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ چنانچہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو عراق کے بادشاہ تم ہی رہو گے اور یہ ملک عراق تمہارے ہی پاس رہے گا۔ عراق کے بادشاہ نے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہونا چاہتا اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اِمَّا ان الْاِسْلَامُ وَاِمَّا اِنِ السَّیْف یعنی یا اسلام قبول کرو یا تلوار۔ عراق کے بادشاہ نے کہا بہر حال میں اسلام قبول نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تلوار لاؤ اور پھر عراق کے بادشاہ کو بلایا گیا وہ بادشاہ بہت عقلمند تھا۔ اس نے یہ صورت حال دیکھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں پیاسا ہوں، کسی کو کہیں کہ مجھے پانی پلائیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خدمتگار کو کہا کہ اسے پانی پلائیں چنانچہ شیشہ کے گلاس میں پانی لایا گیا۔ بادشاہ نے کہا میں اس گلاس میں پانی نہیں پیتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ بادشاہ ہے اسے سونے یا چاندی کے گلاس میں پانی پلائیں چنانچہ چاندی کے گلاس میں پانی لایا گیا لیکن اس نے اس گلاس میں بھی پانی پینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مٹی کے برتن میں پانی لائیں چنانچہ مٹی کے پیالے میں پانی لا کر اسے دیا گیا پھر اس نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے وعدہ کرو کہ آپ مجھے یہ پانی پینے سے پہلے قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ میں تجھے پانی پینے سے قبل قتل نہیں کروں گا۔ اس پر بادشاہ نے فوراً پانی کا پیالہ زمین پر پھینک کر توڑ ڈالا۔ اور سارا پانی زمین پر گر گیا۔ پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ آپ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ جب تک میں یہ پانی نہیں پی لوں گا آپ مجھے قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی ذہانت اور عقل مندی پر سخت حیران ہوئے اور فرمایا میں تجھے امان دیتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک نیک اور باصلاحیت آدمی کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا چنانچہ بادشاہ کو اس نیک

اور باصلاحیت آدمی کی صحبت میں رہنے کا انتظام کر دیا گیا کچھ دنوں کے بعد اس نیک آدمی کی صحبت نے بادشاہ میں اثر پیدا کیا اور بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے پاس بلائیے میں مشرف بہ اسلام ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب ہم عراق کی بادشاہی تیرے سپرد کرتے ہیں اس بادشاہ نے جواب دیا میرے دل میں بادشاہی کرنے کی اب کوئی چاہت نہیں ہے۔ مجھے عراق کا ایک ویران گاؤں دے دو وہی میرے معاش کے لئے کافی ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کو قبول فرمالیا۔ اور اپنے کچھ آدمیوں کو عراق کے ملک میں کسی ویران گاؤں کی تلاش کے لئے بھیجا گیا پھر سارے ملک عراق میں ویران گاؤں کو تلاش کیا گیا مگر سارے ملک میں کوئی ویران گاؤں نہ ملا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے بادشاہ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا کہ عراق کے ملک میں کوئی ویران گاؤں نہیں ہے بادشاہ نے کہا میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے ایسا آباد ملک تمہارے حوالے کیا ہے جس میں ایک بھی ویران گاؤں نہیں ہے۔ اگر اس کے بعد اب کوئی گاؤں ویران ہوا تو کل بروز قیامت اس کی ذمہ داری حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عائد ہو گی مجھ پر نہیں۔ اس کے بعد خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ عراق کا بادشاہ ماشاء اللہ کتنا بڑا عقلمند تھا۔ پھر فرمایا کہ حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آدمی فقیر کے نام کا مستحق کب ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آدمی فقیر کے نام کا مستحق اس وقت ہوتا ہے جب بائیں ہاتھ کا فرشتہ یعنی گناہ لکھنے والا فرشتہ آٹھ سال تک بالکل فارغ بیٹھا رہے یعنی اس عرصہ میں اس شخص نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ پھر فرمایا عارفان حق وہ ہوتے ہیں جو حق سے کسی چیز کا سوال نہ کریں (کیونکہ وہ خدا سے بے غرض محبت رکھتے ہیں)

اس کے بعد فرمایا کہ ایک متقی عارف کی صحبت انسان کو نیک بنا دیتی ہے پھر فرمایا کہ ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ثمرہ محبت کا شوق کیسا ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محبت کا پھل یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ایک ایسا سرور عطا کرتا ہے جس سے محبوب حقیقی کا عشق پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اللہ سے دور ہونے یا دھتکارے جانے سے ڈرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست سمجھتا ہے اس کی ملاقات کے لئے بہشت بھی آرزو مند رہتی ہے۔ پھر حضرت خواجہ معین الدین ادام اللہ تقواہ نے فرمایا اہل محبت اور اہل سلوک کی محبت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ محبوب حقیقی کے فرمانبردار ہوں اور بارگاہ ایزدی سے دھتکارے جانے سے بھی خائف رہیں۔ یعنی امید و بیم کی درمیانی کیفیت کے حامل ہوں پھر اس کے بعد فرمایا میں نے محبت کی کتاب میں اپنے استاد حضرت مولانا شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ کے قلم سے جو کہ ایک صاحب شرع بزرگ تھے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تم جو اتنی عبادت اور ریاضت کرتے ہو اور اپنی نیکیاں عالم آخرت میں بھیجتے ہو پھر تمہیں خوف اور ڈر کس بات کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے خوف دو باتوں کا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے اپنی بارگاہ سے یہ کہہ کر دھتکار نہ دیں کہ تو مجھے نہیں پہچانتا۔

دوسری بات جس کا مجھے ڈر ہے وہ یہ ہے کہ اگر میں نے بوقت وفات اپنے ایمان کو بچالیا یعنی ایمان پر خاتمہ ہو گیا پھر تو میری کامیابی متصور ہو گی ورنہ میری ساری زندگی کی نیکیاں اور اعمال ضائع اور اکارت جائیں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا چہرہ زمین پر رکھا یعنی سر بسجود ہو کر از راہ محبت اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ بدبختی کی علامت کونسی ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ ایک تو تم گناہ کرو اور پھر امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ

کو قبول کر لیں گے۔ الغرض یہی بد بختی کی علامت ہے۔

پھر کسی نے خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اصلی عارفِ حق کون ہوتا ہے؟ فرمایا وہ جو ہمیشہ خاموش رہے اور ہمیشہ عاقبت کی فکر میں رہے کیونکہ ایک عارف کی فضیلت یہی ہوتی ہے۔ پھر کسی نے پوچھا کہ جہان میں سب سے پیاری چیز کون سی ہے؟ فرمایا تین چیزیں ہیں۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ صاحب علم (علم والا) اپنے مشاہداتی علم کی کوئی بات بتائے (کیونکہ محض سنی سنائی باتوں کو علم نہیں کہتے)۔ دوسرے مجھے وہ آدمی بہت پیارا لگتا ہے جس میں ذرا بھر طمع اور لالچ نہ ہو۔ تیسرا مجھے وہ عارف حق پیارا لگتا ہے جو ہر وقت محبوب حقیقی کی صفات بیان کرے اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ مسجد گکری میں اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور محبت کے موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی کہ مجلس میں ہی ایک صوفی نے سوال کیا کہ صوفی اور عارف کسے کہتے ہیں؟ خواجہ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا صوفی اور عارف وہ لوگ ہیں جن کے دل بشری کدورت سے پاک و صاف ہوں۔ وہ دنیا اور دنیا کی محبت سے آزاد ہوتے ہیں جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو پھر انہیں اونچے درجہ میں حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ تمام مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کو ہی چن لیتے ہیں اور ماسویٰ اللہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں پھر وہ نہ مالک ہوتے ہیں نہ مملوک۔

پھر فرمایا تصوف نہ رسوم کا نام ہے اور نہ ہی علوم کا۔ بلکہ اہل محبت اور مشائخ کے مسلک میں تصوف ان اخلاق کے اپنانے کو کہتے ہیں جو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپناؤ) سے مترشح ہوتے ہیں کوئی شخص رسوم کی بدولت یا علوم کے دم سے اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ عارف دنیا کا دشمن اور مولیٰ کا دوست ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کی وجہ سے اس میں کھوٹ

منافقت اور حسد و بغض کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر کسی نے پوچھا کیا عارف حق کو رونا زیادہ آتا ہے؟ فرمایا ہاں۔ جب تک وہ اس راہ کا مسافر ہوتا ہے اس وقت تک اس پر گریہ وزاری طاری رہتی ہے اور جب وہ جرعۂ وصال چکھ لیتا ہے پھر اس کا رونا دھونا ختم ہو جاتا ہے پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہیں جو اللہ کی دوستی کی وجہ سے ہمیشہ خاموش رہتے ہیں گویا ان کے نزدیک عالم میں اللہ کے سوا اور کوئی چیز موجود ہی نہیں وہ نہیں جانتے کہ آیا عالم میں کوئی چیز موجود بھی ہے؟ یا نہیں؟ حالانکہ فی الحقیقت یہ بڑے فصیح و بلیغ لوگ ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا جس کے دل میں حق کی دوستی ہو اور اس کی جان کو قرار و سکون حاصل ہو جائے تو پھر اس کے لئے واجب ہے کہ دونوں جہان سے قطع نظر کر لے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ عاشق صادق نہیں ہوگا۔ پھر فرمایا ایک دفعہ لوگوں نے حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ اپنے عبادت خانہ سے آنکھیں بند کر کے باہر نکل آیا۔ ایک درویش نے جو اس وقت موجود تھا پوچھا کہ تم آنکھوں کو بند کر کے کیوں آ رہے ہو؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آج پینتالیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں کو بند کیا ہوا ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہ دیکھوں کیونکہ محبت اس کو نہیں کہتے کہ دعوئی تو میں خدا کی دوستی کا کروں اور پھر اللہ کے سوا کسی اور کو بھی دیکھوں۔ یا کسی اور سے تعلق پیدا کروں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہیں گے کہ اولیاء اللہ کے اعمال کا بغور جائزہ لیا جائے کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ دم تو اللہ کی دوستی کا بھرتے ہوں مگر قلبی محبت ماسوی اللہ کے ساتھ رکھتے ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ ابو سعید ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے تو اس پر اپنی محبت کو غالب کر دیتا ہے جب اس بندے

پر اللہ کی محبت غالب آجاتی ہے تو پھر اسے تفرید کی سرائے میں ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ یہیں رہے۔ پھر فرمایا کہ جب عارف، حق کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور اس سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور قرب کی منزل کا باسی ہو جاتا ہے تو پھر جب لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ تم کہاں تھے؟ اور کیا چاہتے ہو؟ تو اسے صرف ایک جواب کے علاوہ اور کوئی جواب نہیں آتا اور وہ جواب یہ ہوتا ہے "باللہ" یعنی میں اللہ کے پاس ہی تھا اور کہیں نہ تھا۔

پھر کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی یہ سوال کرے "فَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہ"؟ (کس نے اس کا سینہ روشن کیا؟) تو اسے کیا جواب دینا چاہئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب عارف کی نظر عالم وحدانیت اور جلالِ ربوبیت پر پڑتی ہے تو وہ نابینا ہو جاتا ہے اور وہ کسی چیز کو بھی نہیں دیکھ پاتا۔ پھر فرمایا میں ایک دفعہ بخارا میں مسافر تھا میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو از حد مشغول بہ حق تھا لیکن نابینا تھا میں نے اس سے پوچھا اے خواجہ! آپ کتنے عرصہ سے نابینا ہیں؟ اس بزرگ نے جواب دیا کہ بات یوں ہے کہ جب حق کی محبت میں میرا کام کمال کو پہنچا اور میری نظریں ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کی وحدانیت کو دیکھنے میں مشغول ہو گئیں تو ایک دن میں بیٹھا تھا کہ میرے سامنے سے ایک آدمی گزرا اور میری نظر اس پر پڑ گئی غیب سے ہاتف کی آواز آئی کہ اے مدعی! دعویٰ تو ہماری محبت کا کرتے ہو مگر دیکھتے کسی اور کی طرف ہو۔ یہ آواز سنتے ہی میں اس قدر شرمندہ ہو گیا کہ میں اپنی شرمندگی کو زبان سے ادا بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! جو آنکھیں اپنے دوست کے علاوہ کسی اور کو دیکھتی ہیں وہ اندھی ہو جائیں۔ ابھی یہ دعا میری زبان پر ہی تھی کہ میں دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اسے کہا کہ نماز ادا کرو چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا دل اللہ تعالیٰ کے حضور

میں خلوت نشیں ہو گیا اور ان کا روح مقام قرب میں متمکن ہو گیا اور نماز کی ادائیگی سے انؐ کے سر کو وصال نصیب ہو گیا۔ گویا آدمیوں کو پیدا کرنے کی یہی مصلحت تھی۔
پھر فرمایا راہ طریقت کے ایک بزرگ تھے وہ ہر لحہ سر بسجدہ ہو کر یوں دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ کل بروز قیامت جب تو مجھے اٹھائے گا تو نابینا کر کے اٹھانا لوگوں نے اس سے پوچھا یہ کیسی دعا ہے جو تم مانگتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جو شخص یہاں اپنے دوست کو دیکھ لے اسے کل بروز قیامت کسی چیز کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہو گی؟ ورنہ پھر یہ محبت تو نہ ہوئی۔ اس کے بعد درویش کی علامت بتاتے ہوئے فرمایا کہ اصل درویشی یہ ہے کہ جو بھی اس کے پاس آئے وہ اسے محروم نہ کرے۔ اگر کوئی بھوکا آئے تو اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اگر کوئی برہنہ آئے تو اسے عمدہ لباس پہنانا چاہئے۔ بہر حال کسی شخص کو محروم نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کی پرسش احوال کرنی چاہئے۔ کہ اصل درویشی یہی ہے پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں اور شیخ حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ اور ایک درویش رحمتہ اللہ علیہ اکٹھے سفر پر جا رہے تھے دوران سفر ہماری ملاقات حضرت شیخ بہاؤ الدین بختیار اوشی رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی جو واصل باللہ اور مشغول بہ حق بزرگ تھے۔ ان کی خانقاہ میں یہ رسم تھی کہ جو بھی ان کی خانقاہ میں جاتا اسے قطعاً محروم نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی بے لباس مسافر جاتا تو اسے عمدہ لباس دیا جاتا تھا۔ اس بزرگ کی یہ ایک کرامت تھی کہ جونہی وہ کسی مسافر کو لباس عطا کرتے تو اسی وقت عالم غیب سے نیا لباس ان کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ الغرض ہم چند دن ان کے پاس رہے پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اے درویش! میری یہ نصیحت ہے کہ جو کچھ تجھے حاصل ہو اسے اللہ کی راہ میں لٹادو البتہ تمہارے پاس کچھ رقم اس غرض کے لئے بھی ہونی چاہئے کہ تم خدا کے بندوں کو کھانا کھلا سکو اور اس طرح تم خدا تعالیٰ کے سچے دوست بن سکو۔ پھر فرمایا اے درویش! جس کو بھی کوئی نعمت ملی ہے وہ اسی وجہ سے ہی ملی ہے اس کے بعد یہ حکایت

بیان فرمائی:۔ کہ ایک درویش کا معمول یہ تھا کہ اسے غیب سے جو فتوح ملتا وہ اسے درویشوں پر لٹا دیتا تھا۔ وہ ہر آنے والے کو کچھ نہ کچھ عطا کر دیتا تھا اور ہر مسافر کی ضرورت کو اپنے گھر سے پوری کرتا تھا۔ ایک دفعہ دو صاحب ولایت درویش اس کے پاس آئے انہوں نے کھانا مانگا وہ اپنے گھر میں گیا اور گھر سے جو کی دو روٹیاں لے آیا اور ساتھ ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ بھی لے آیا۔ چونکہ دونوں درویش بھوکے تھے اس لئے انہوں نے کھانا تناول فرمایا پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس درویش (میزبان) نے اپنا کام کیا ہے یعنی ہمیں کھانا کھلایا ہے اب ہمیں بھی اپنا کام کرنا چاہئے۔ ایک درویش نے کہا کہ میں اسے سونے کے دینار دیتا ہوں دوسرے نے کہا کہ اس طرح تو وہ دولت کی ریل پیل سے گمراہ ہو جائے گا میں اسے دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی دیتا ہوں الغرض دونوں درویشوں نے دعا مانگی اور چلے گئے ادھر اس میزبان درویش کی مالی اور دینی حالت اتنی اچھی ہو گئی کہ اس کے باورچی خانہ میں روزانہ منوں کے حساب سے کھانا پکتا تھا اور عام خلق خدا اس کے لنگر سے کھانا کھاتی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ محبت کی راہ میں عاشق اسے کہتے ہیں جو دونوں جہان سے اپنے دل کو منقطع کرے۔ پھر فرمایا کہ محبت کے چار معنی ہوتے ہیں ایک معنی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس کے ذکر سے اپنے دل و جان کو خوش رکھنا ہے۔

دوسرا معنی اللہ کے ذکر کی تعظیم کرنا ہے۔

تیسرا معنی مشغول بہ حق رہنا اور ماسویٰ اللہ سے قطع تعلق کرنا ہے۔

اور چوتھے معنی اپنے آپ سے اور ہر ماسویٰ اللہ سے وابستگی نہ رکھنا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ن اقْتَرَ فْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا

حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (پ۔۱۰،ر۹)

"یعنی تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو"

اور اللہ سے محبت رکھنے والوں کی صفت یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کو اللہ کی راہ میں قربان کیا جائے تب کہیں یہ چار منزلیں حاصل ہوتی ہیں۔ پہلی منزل محبت ہے اور دوسری منزل علمیت ہے تیسری منزل حیا ہے اور چوتھی منزل تعظیم ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ کی محبت میں وہ شخص سچا ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خاطر ماں، باپ، بیٹوں اور بھائیوں سے بھی قطع تعلق کرلے۔ یعنی ان سے لا تعلق ہو جائے محبت ہے تو اسی شخص کی ہے جو قرآن کی نص کے حکم پر چلے اور جو خدا کے ساتھ محبت میں سچا ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ عارفوں اور عاشقوں کا ایثار یہ ہے کہ وہ ہر ماسوی اللہ سے بے نیاز ہو جائیں اور محبوں کا ایثار یہ ہے کہ وہ چاشت کے وقت اپنی التجا کریں پھر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ عارف کون ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا عارف وہ ہے جو دنیا سے روگردانی کرے اور جو کچھ اس کے پاس ہو وہ اسے اللہ کی محبت میں قربان کردے۔ پھر فرمایا عارفوں کی خصلت یہ ہے کہ ان کی محبت میں اخلاص ہوتا ہے پھر فرمایا جہان میں سب سے قیمتی چیز یہ ہے کہ درویش، درویشوں کے ساتھ بیٹھیں اور جو کچھ ان کے دل میں ہو وہ ایک دوسرے کو بتائیں اور صاف صاف بتائیں۔ اور اس جہان میں بدترین چیز یہ ہے کہ درویش،

درویشوں سے جدا ہو جائیں جو کہ بڑی شرم کی بات ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی دوستی کیسے حاصل ہوتی ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ ان چیزوں کے ساتھ دشمنی رکھنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی نصیب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں آڑے آتی ہے مثلاً دنیا اور نفس۔

پھر فرمایا عارف محبت میں کب کامل ہوتا ہے؟ پھر خود جواب دیا کہ جب درمیان سے گفتگو ختم ہو جائے یعنی جب عارف پر مکمل سکوت اور خاموشی چھا جائے اور دوئی نہ رہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ سچا عارف وہ ہے کہ اس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور وہ بھی کسی کی ملکیت میں نہ ہو پھر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ سمنون محبؒ رحمتہ اللہ علیہ محبت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ ایک پرندہ ہوا سے اڑتا ہوا آیا اور ان کے سر پر بیٹھ گیا اور اس پرندہ نے زور زور سے بزرگ کے سر پر چونچیں ماریں پھر وہی پرندہ ان کے ہاتھ پر آبیٹھا پھر ان کی گود میں آکر بیٹھ گیا پھر اس نے زمین پر اتنی چونچیں ماریں کہ اس کی چونچ سے خون جاری ہو گیا اور وہ زمین پر گر پڑا اور اس کی روح پرواز کر گئی یہ فوائد بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ مشغول بہ حق ہو گئے اور میں اور دوسرے احباب اٹھ کر آگئے۔ **الحمد للہ علی ذلک۔**

گیارہویں مجلس

بروز چہار شنبہ (بدھ) پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی حضرت مولانا بہاؤالدین صاحب تفسیر حضرت شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ اور چند درویش بھی حاضر تھے۔ عارفوں کی توکل کے بارے میں بات ہوئی۔ فرمایا عارفوں کی توکل یہ ہے کہ خداتعالیٰ کے سوا انہیں اور کسی پر توکل نہیں ہوتی اور کسی کی طرف دھیان نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ حقیقت میں متوکل وہ ہوتا ہے جو لوگوں کی ایذاء اور تکلیف رسانی کی کسی سے نہ شکایت کرے اور نہ ہی کسی کو بتائے۔ پھر فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو کہا تھا کہ میری امداد کی ضرورت ہو تو بتاؤ؟ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا آپ سے کچھ حاجت طلبی نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ اپنے آپ کو فراموش کر کے باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا اہل توکل کے لئے غلبہ شوق میں مخصوص اوقات ہوتے ہیں اگر ان اوقات میں انہیں ذرہ ذرہ کیا جائے یا ان کو کسی ہتھیار سے زخمی کیا جائے یا کسی آلہ میں رکھ کر انہیں پھینکا جائے تو انہیں کچھ خبر نہیں ہوتی پھر فرمایا کہ اس صورت میں عارف کی توکل حق پر ہوتی ہے۔ اور وہ اس وقت عالم سکر میں متحیر ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگوں نے حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ عارف کون ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا عارف وہ ہوتا ہے جو اپنے دل کو تین چیزوں سے لاتعلق کرلے۔ ایک علم سے دوسرے عمل سے اور تیسرے خلوت سے یعنی جب تک وہ ان

تین چیزوں سے لا تعلق نہیں ہو گا اس وقت تک وہ توکل میں ثابت قدم نہیں سمجھا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ عارف کی علامت کونسی ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا عارف وہ ہوتا ہے جو عشق کی راہ میں خدا کے سوا اور کسی کی طرف نہ دیکھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ شوق و عشق چند چیزوں کا نام ہے جب تک عارف میں یہ چیزیں نہیں پائی جائیں گی اسے عارف نہیں کہا جاسکتا۔ پہلی چیز یہ ہے کہ وہ راحت میں بھی موت کو اپنا دوست سمجھے دوسری چیز یہ ہے کہ اسے اللہ کے ذکر سے انس ہو۔ تیسری چیز دوست کے آنے کے وقت اس کا بیقرار ہونا ہے۔ چوتھی چیز خدا کی ذات و صفات میں تفکر کے وقت اس کا خوشی محسوس کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا خاص وقت ہوتا ہے کہ اس کی نظریں حق پر لگی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا میں نے حضرت شیخ شہاب الدین عمر محمد سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ دنیا میں ان دو چیزوں سے زیادہ اور کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ پہلی چیز فقراء کی صحبت ہے اور دوسری چیز اولیا کی عزت ہے۔ اس کے بعد توبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ توبہ کے چند مقام ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلا مقام جاہلوں سے دور رہنا، باطل پرستوں سے لاتعلقی کرنا منکروں سے روگردانی کرنا۔ اپنے محبوب حقیقی کے حکم کے مطابق چلنا، نیکیوں میں جلدی کرنا توبہ پر پکا رہنا، مظالم کو برداشت کرنا، غنیمت کو طلب کرنا اور رزق حلال کا حاصل کرنا ہے۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب سے کمزور ترین آدمی وہ ہے جو کم از کم خاموش رہنے پر قادر ہو (او کمال قال رسول اللّٰہ)۔ پھر فرمایا کہ اس راہ میں دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامنا ضروری ہے ایک تو اپنی عبودیت کے آداب اور طریقوں کو ملحوظ رکھے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے تعظیم پیش نظر رہے۔ پھر

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ شوق کا درجہ محبت سے بالاتر ہے کیونکہ محبت کے بعد شوق پیدا ہوتا ہے پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ جب عالم بالا سے حضرت آدم علیہ السلام کی نافرمانی کا اعلان کیا گیا تو سونے اور چاندی کے علاوہ دنیا کی تمام چیزوں نے اس المیہ پر گریہ وزاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے سونے اور چاندی سے پوچھا کہ تم حضرت آدم علیہ السلام کے المیہ پر کیوں نہیں روئے؟ اس پر سونے اور چاندی نے جواب دیا کہ اے باری تعالیٰ ہم تیری نافرمانی کرنے والے پر گریہ زاری نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں تمہاری قیمت کو اور تمہاری اندرونی خوبیوں کو اولاد آدم پر ظاہر کروں گا اور اس طرح آدم کی اولاد تمہاری خادم اور طلبگار ہی رہے گی۔ اس کے بعد فرمایا جب محبّ اپنی مملکت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ محبت کے مقام سے گر پڑتا ہے پھر فرمایا کہ محبت وصال کے ساتھ وفا کرنے کا ایک دعویٰ ہے۔ یعنی محبت گویا وصال کی حرمت اور عزت کا ایک نام ہے در حقیقت محبوب حقیقی کا مشاہدہ کرنا، اپنے راز کو مخفی رکھنا، اپنے نفس کی گوشمالی کرنا اور نماز کا ادا کرنا ہی ایک محبّ کا فقر ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ لوگوں نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ رضائے محبت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ رضائے محبت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور ہیبت کے ساتھ سات دوزخ اس کے دائیں ہاتھ پر رکھ دے تو وہ یہ نہ کہے کہ اسے میرے بائیں ہاتھ پر رکھو۔ اس کے بعد فرمایا سب سے پہلی چیز جو آدمی پر فرض ہوئی وہ کیا ہے پھر خود فرمایا وہ معرفت خداوندی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنَ یعنی جن وانس کو میں نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں کیونکہ عبادت سے ہی اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو اپنی حکمت سے ایک ہی چیز میں پوشیدہ کر رکھا ہے پھر فرمایا کہ اسرار الاولیاء میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوں کو اپنے انوار سے زندہ کرے گا چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے حق کی طرف دیکھا اور حق کو دیکھا پھر خود حق کی طرح کام و زبان کے بغیر اور جہت و مکان کے بغیر باقی رہے یعنی ذاتی اوصاف سے مجرد ہو کر اوصاف حق تعالیٰ سے متصف ہو گئے پھر فرمایا کل بروز قیامت عاشقان خدا اپنے صدق محبت کی بدولت آمنا وصدقنا کہیں گے اور اگر محبت کا دعویٰ کرنے والے جو ان میں سچے اور ثابت قدم نہ ہوں گے وہ اس دن شرمندہ ہوں گے اور محبان صادق کو اپنا منہ نہ دکھا سکیں گے۔ پھر آواز آئے گی کہ ان جھوٹے عاشقوں کو عاشقان صادق کی محفل سے نکال دو۔ پھر فرمایا کہ اہل محبت وہ لوگ ہیں جو استاد کی وساطت سے دوست کی باتیں سنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ عاشقان صادق کے دل حق کی باتوں کے سوا اور کچھ نہیں سنتے پھر فرمایا کہ صاحب محبت جب فوت ہو جاتا ہے تو اسے بہت جلدی ہمت و جوانمردی کا ایک موتی بطور تحفہ بخشا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کسی دشت میں لوگوں نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ فوت ہو چکا ہے مگر ہنس رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم فوت ہو چکے ہو اور پھر ہنس بھی رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ایسے ہی ہوتی ہے پھر فرمایا اہل دل کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے آپ سے فانی ہو جائے اور دوست کے مشاہدہ سے باقی ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں انہیں خود کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ عرش تک انہیں کہیں سکون و قرار نہیں ملتا یعنی باری تعالیٰ کا دیدار ہی ان کی منزل مقصود ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اپنے پروردگار کی ملازمت کرنا کیسے ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جو اپنے پروردگار

کی ملازمت کرتا ہے اسے وصال نصیب ہوتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا سے لوگوں نے سوال کیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا سب سے افضل عمل اپنے اوقات کو عبادت سے آباد رکھنا ہے اور جو یونہی اپنی بزرگی کا دعویٰ کرتا رہتا ہے اس کی قسمت میں ابھی غم ہیں وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے مرد تو وہ ہے جو اپنے جذبات اور خواہشات کے اعتبار سے فانی ہو جائے مگر حق کے مشاہدہ سے باقی باللہ ہو جائے۔ اس کا اصل نام وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اس کا رکھتے ہیں اور وہ وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ چاہے۔ اور وہ اپنی بندگی کے علاوہ اور کسی بات کا جواب نہیں دیتا کیونکہ اہل محبت کا نہ کوئی نام ہوتا ہے اور نہ ہی اپنا کوئی نشان۔ اور نہ ہی کوئی اپنا جواب۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ اہل عشق محبوب حقیقی کے بغیر اور کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتے کیونکہ جو شخص اپنے دوست کے علاوہ کسی اور چیز سے خوش ہوتا ہے وہ دراصل غم کے قریب ہوتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ دوست کی بارگاہ سے اسے کوئی انس نہیں ہوتا وہ حقیقت میں وحشت کے قریب ہوتا ہے۔ جس کا دل دوست کے ساتھ وابستگی اور ہم آہنگی نہیں رکھتا وہ بالکل ہیچ ہے بلکہ ہیچ در ہیچ ہے اس کے بعد فرمایا کہ عارف وہ ہوتا ہے کہ جب وہ صبح کو اٹھے تو اسے رات کی کوئی عبادت یاد نہ ہو۔ اس کے بعد ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور انہوں نے فرمایا اے غافل! اس سفر کے لئے توشہ تیار کرو۔ جو تمہیں درپیش ہے یعنی موت کے سفر کے لئے توشہ تیار کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اہل محبت وہ ہوتے ہیں کہ ان کے درمیان اور حق کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ محبت میں عارف وہ ہوتا ہے جسے دوست کے بغیر کوئی چیز اچھی نہ لگے۔ کیونکہ اس وقت تک اس کی محبت کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ بجز محبوب کے تمام

دوسری چیزوں سے دستبردار نہ ہو جائے۔ پھر فرمایا سب سے افضل وقت وہ ہے جب تم اپنے دل کو نفس کے وسواس سے آزاد کر لو۔ اور لوگوں میں شہرت سے بے نیاز ہو جاؤ۔ پھر فرمایا جس کو محبت اور فقر دیتے ہیں اسے وحشت نہیں دیتے بلکہ وہ اللہ کا سچا عاشق ہوتا ہے۔ پھر فرمایا عارف لوگ کہتے ہیں کہ یقین ایک نور ہے جس سے آدمی اپنے احوال میں منور اور روشن ہو جاتا ہے پھر وہ محبّوں اور متقیوں کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ آدمی کی اصلیت پانی اور خاک سے ہے۔ جس پر پانی غالب ہو اسے لطافت اور ریاضت کے ساتھ ہی مشاہدہ حق حاصل ہو گا۔ اگر وہ لطافت اور ریاضت میں کوتاہی کرے گا تو انوار الٰہیہ اس سے حجاب میں رہیں گے اور وہ اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکے گا۔

اور جس شخص پر مٹی غالب ہو اسے کسی نیک یا برے کے ساتھ سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ آزمائش اور امتحان سے پاس ہو کر کام کی چیز بن جائے پھر فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تمام رنگوں کے اجزاء پیدا کرنے چاہے تو تمام خوردنی اشیاء کے اجزا کو باہم ملایا اور پانی کا رنگ پیدا ہو گیا لیکن اس رنگ کو کوئی پہچان نہ سکا۔ پھر جب تمام خوردنی اشیاء میں پانی کو ملایا تو پانی کی شناخت ہوئی۔ کیونکہ مختلف چیزوں کے کھانے سے اولاد آدم کو لذت اور حیات حاصل ہوئی لیکن انہیں پانی کی لذت کا پتہ نہ چل سکا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (پ ۱۷۔ رکوع ۲)

یعنی بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے پھر کیا یہ لوگ یقین نہیں کرتے؟

اس کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک درویش بیٹھا تھا اس نے پوچھا کہ مجنوں کون ہے؟

آپ نے فرمایا مجنوں وہ ہے جو عشق کی ابتداء ہی میں بالکل ناچیز ہو جائے دوسری اور تیسری منزل میں جا کر وہ بالکل معدوم ہو جاتا ہے پھر اسی درویش نے پوچھا کہ بقا اور فنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بقا حق ہے پھر اس نے پوچھا تجرید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا محبوب کی صفات کو دل میں سمو لینے کا نام تجرید ہے اس وقت محبت کی صفتیں تہ نشین ہو جاتی ہیں حدیث قدسی میں ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُه کُنْتُ لَه سَمْعاً وَّبَصْراً ۔ یعنی جب میں اسے چاہتا ہوں تو پھر میں اس کے لئے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ ملتان میں تھا وہاں میں نے ایک بزرگ سے سنا کہ اہل محبت کی توبہ تین قسم کی ہے۔ پہلی قسم ندامت ہے۔ دوسری قسم ترک معصیت ہے اور تیسری قسم خود کو تمام جھیڑوں جھگڑوں اور مخمصوں سے پاک کرنا ہے۔ اس کے بعد فرمایا علم ایک سمندر جیسی چیز ہے اور معرفت اس سمندر کی ایک جزو ہے کہاں خدا اور کہاں بندہ؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یعنی علم تو صرف خدا کا ہے اور معرفت کے لئے خدا اور بندہ دونوں سمندر ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک وقت ایک عارف کو خالص راز حاصل نہیں تھا چنانچہ اس کا کوئی فعل صاف نہیں تھا پھر فرمایا اے اللہ تو جس کو بھی دوست بناتا ہے اس کے سر پر آزمائش اور مصیبت کی بارش ضرور برساتا ہے۔ پھر فرمایا اہل سلوک میں توبہ نصوح تین چیزوں کی ہوتی ہے۔ پہلی چیز روزہ رکھنے کے لئے کم کھانا ہے دوسری چیز عبادت کے لئے کم سونا ہے اور تیسری چیز دعا کے لئے کم بولنا ہے۔ اس ضمن مین تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ پہلی خوف، دوسری امید اور تیسری محبت۔ لہٰذا خوف کی وجہ سے ترک گناہ لازمی ہے تاکہ تم آگ سے نجات پاؤ اور امید کی وجہ سے عبادت کرنا ضروری ہے تاکہ

بہشت میں اپنا مقام حاصل کر سکو اور حیات ابدی بھی حاصل کر سکو۔ اور محبت کی وجہ سے غور و فکر سے اجتہاد کرنا چاہئے تاکہ تمہیں اللہ کی رضامندی حاصل ہو جائے۔

پھر فرمایا محبت میں عارف وہ شخص ہوتا ہے جو ذکر حق کے بغیر اور کسی چیز سے محبت نہ رکھے یہ فوائد بیان کرنے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپؒ نے فرمایا کہ اب میں وہاں جانا چاہتا ہوں جہاں مجھے دفن کیا جائے گا یعنی اجمیر میں جا رہا ہوں انہوں نے ہر ایک کو الوداع کہا دعا گو (خواجہ قطب الدین بختیار رحمتہ اللہ علیہ) دو ماہ تک برابر ان کے ساتھ سفر میں رہا پھر ہم اجمیر میں پہنچ گئے ان دنوں اجمیر کا شہر ہندوؤں سے آباد تھا کوئی مسلمان وہاں نہیں تھا جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک قدم وہاں پہنچے تو وہاں اسلام بے حد و بے حساب پھیل گیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

بارھویں مجلس

روز پنجشنبہ (جمعرات) آخری مجلس تھی۔ اجمیر کی جامع مسجد میں مجھے پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی دوسرے درویش اور عزیز اور دیگر دستکار اور مرید بھی حاضر تھے۔ ملک الموت کے بارے میں بات چل پڑی آپ نے فرمایا کہ ملک الموت کے بغیر اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے لوگوں نے پوچھا وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے۔ قَالَ النَّبِی ﷺ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے پھر فرمایا دوستی یہ ہے کہ تم اس ذات کو دل سے یاد کرو۔ جس نے دلوں کو پیدا کیا ہے تاکہ خصوصیت کے ساتھ تمہیں عرش کا طواف کرنا نصیب ہو جائے۔ محبت کی کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! جب میرا ذکر تجھ پر غالب آجاتا ہے تو میں تیرا عاشق ہو جاتا ہوں۔ پھر فرمایا عارف لوگ آفتاب کی مانند ہیں جو اپنی روشنی سے تمام دنیا کو روشن کرتے ہیں ان کے انوار سے صرف دشمن ہی محروم رہتے ہیں یہ فوائد بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ اشکبار ہو گئے اور فرمایا اے درویش ہمیں یہاں اس لئے لایا گیا ہے تاکہ ہمارا مدفن یہیں ہو۔

ہم چند دن تک اس دنیا سے سفر کر جائیں گے حضرت شیخ علی سنجری رحمتہ اللہ علیہ حاضر تھے اسے فرمایا کہ ایک فرمانِ خلافت لکھ کر ہمارے خلیفہ حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھما دو تاکہ وہ دہلی چلا جائے۔ ہم نے

خلافت اسے ذے دی ہے کیونکہ دہلی میں اس کی رہائش ہے اس کے بعد فرمانِ خلافت لکھ کر دعا گو (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ) کے ہاتھ میں تھمایا گیا۔ میں آداب بجالایا پھر انہوں نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ میں قریب آیا تو اپنی دستار مع کلاہ اپنے ہاتھ سے میرے سر پر رکھی اور حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کا عصا بھی دیا اور ایک واسکٹ مجھے پہنائی گئی۔ قرآن کریم اور مصلیٰ بھی عطا کیا اور پھر فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کی امانت ہے جو ہمارے خواجگان چشت کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہے یہ امانت اب میں نے تمہیں دے دی ہے اور تمہیں رخصت کرتا ہوں۔ جس طرح ہمارے بزرگوں نے اور ہم نے باری باری اس کا حق ادا کیا ہے اسی طرح تم بھی ان چیزوں کا حق ادا کرنا تاکہ قیامت کے روز خواجگان کی مجلس میں مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں آداب بجالایا اور دو رکعت نفل شکرانہ ادا کئے پھر انہوں نے فرمایا اب تم دہلی چلے جاؤ۔ میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں میں نے تمہیں عزت کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ چار چیزیں نفس کا گوہر ہیں ایک تو ایسی درویشی ہو جو تونگری معلوم ہو دوسری ایسی بھوک ہو جو بظاہر سیری معلوم ہو تیسری ایسی غمگینی ہو جو اوپر سے خوشی نظر آئے۔ چوتھی چیز جو آدمی تیرا دشمن ہو اس سے بھی تم دوستی رکھو۔ پھر فرمایا اہل محبت کا یہی مقام ہوتا ہے کہ اگر کوئی ان سے پوچھے کیا رات کی نماز ادا کر لی ہے؟ تو اسے کہو ہمیں جواب دینے کی فرصت نہیں ہے لیکن ہم تو آج کل ملک الموت کے ارد گرد پھر رہے ہیں جہاں وہ رک جاتا ہے ہم اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے روانگی کی اجازت لوں۔ اور عازم سفر ہو جاؤں روشن ضمیر خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً حکم دیا آگے آؤ۔ میں اٹھ کر پاس آیا اور اپنے سر کو ان کے قدموں میں رکھ دیا۔ انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور پھر فرمایا صبر سے کام لینا اور جواں مرد اور باہمت بن کر رہنا اس

کے بعد میں نے آخری بار سلام کہا اور وہاں سے روانہ ہو کر دہلی شہر میں آگیا اور یہیں رہنے لگ گیا۔

جملہ علمائے کرام، صوفیائے عظام اور آئمہ حضرات وغیرہم میرے پاس آئے۔ میں نے بمشکل چالیس دن دہلی میں گزارے ہوں گے کہ اجمیر سے ایک آدمی پیغام لے کر آیا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ تمہاری روانگی کے بیس دن بعد بقید حیات رہے اور پھر واصل باللہ ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ میں رات بھر دل کی پریشانی میں مبتلا رہا۔ پھر وہیں مصلیٰ پر لیٹ گیا اور وہیں مجھے نیند آگئی میں نے خواب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان کے لئے عرش کی سرزمین پر ایک بازار سجایا گیا ہے میں نے ادب کے ساتھ ان سے حالت پوچھی؟ فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے کروبیاں اور دوسرے ساکنانِ عرش فرشتوں کے پاس جگہ ملی ہے الغرض یہاں دہلی میں رہتے ہوئے میں نے ان علوم ربانی اور علم سلوک کے فوائد کو جو قیمتی موتی ہیں لکھا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک

تمت بالخیر

مرا بہ سوئے خود اے فخر انبیاء برکش
کہ برتری زِ سلیمان و کم ترم از مور

حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی
مکان نمبر ڈی۔135۔الیف 11
محلہ ابراہیم آباد میانوالی

مورخہ 18 مئی 1999ء

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

قرآن ہماری دنیوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے۔

قرآن کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکۃ الآرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ ! بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہمِ قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجازِ قرآن کا حُسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہلِ دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور



صاحبانِ ذوق و محبّت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور